

تلقین دینی

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمہ اللہ

پکتان واحد بخش سیال

محمد عبدالقیوم خادم النہرا

اردو اکیڈمی بہاول پور

مطبوعہ

اکادمی ادبیات پاکستان کے مالی تعاون کے ساتھ شائع کی گئی

سن طباعت: بار اول ۱۹۸۱ء بار دوم ۱۹۸۷ء

پرینٹنگ مہر یہ پرنٹنگ پوائنٹ بہاول پور

ناشر اردو اکیڈمی بہاول پور

قیمت 65/- روپے

تقریظ

تصوّف صراطِ مستقیم کا دوسرا نام ہے جس میں شریعت بھی ہے ،
 طریقت بھی ، اس راہ پر چلنے والے ذاتِ حق تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔
 دوسرے لفظوں میں یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جو انسان کو صوری و معنوی جملہ کمالات
 کی معراج پر پہنچا دیتا ہے اہل تصوّف نے طریقت کو شریعت سے جدا نہیں سمجھا۔
 انھوں نے جہاں طریقت کو اپنایا ہے وہاں شریعت سے بھی ہر موافقات نہیں کیا
 چنانچہ حضرت السید بن ہارث دمشقی علیہ الرحمۃ المراد السالکین فرماتے ہیں۔

• طریقت حقیقت اور معرفت دراصل پابندی شریعت کی آخری درجہ کا نام ہے۔
 جو لوگ تصوّف کی درسگاہ میں داخل ہوتے ہیں وہ اخلاقِ ماضیہ ، روحانی
 کمالات اور ان نیتِ کبریٰ کی سندِ فضیلت لے کر وہاں سے نکلتے ہیں۔ اور پھر وہ
 صحیح معنی میں مخلوقِ خدا کی رہبری اور ان نیت کی خدمت کا فریضہ ادا کرنے کے
 قابل بنتے ہیں۔

• تاریخ تصوّف ایسی بزرگ ہستیوں کے ذکر سے بھری ہوئی ہے جنھوں نے تصوّف
 کو تبلیغ و اشاعت دین کا ذریعہ بنایا۔ اور نہ صرف اس سے اہل اسلام کی زیرِ دست
 خدمت کی۔ بلکہ غیر ملکوں کے دلوں میں بھی اسلام کی ایسی جوت جگائی کہ وہ زمانہ
 قیام کو حلقہ گیارہویں محمدی بن گئے۔ اور بتوں کی مالا چلنے والے اللہ واحد
 لا شریک کا کلمہ پڑھنے لگے۔

انھیں صوفیائے کرام میں سرزمینِ بہارِ پور سے تعلق رکھنے والے ایک جلیل القدر
 صوفی بامنا حضرت خواجہ حکیم الدین میرانی علیہ الرحمۃ بھی ہوئے ہیں جو طریقت و
 شریعت کے جامع تھے۔ اور ان کی ذات سے عالم کی ایسی شمع روشن تھی جس
 کی نورانی کرنیں نہ صرف اطراف و جوارب بلکہ اکناف عالم کو منور کرتی رہی ہیں۔
 بارہویں صدی ہجری کی اسی با اثر ہستی نے ہزاروں گم کردہ راہ لوگوں کو

مستقیم دکھائی، کفر و ضلالت کے اندھیروں میں معرفت و حقیقت کا ابھلا
 دیا اور رشد و ہدایت کے ایسے موتی بکھیرے جن کی ضیاء باری سے آج بھی ایک
 دنیا مستنیر ہو رہی ہے۔

تلقین لدنی ان کی ہی ایک علمی یادگار ہے جس میں شریعت، طریقت،
 حقیقت اور معرفت کے ایسے اسرار و رموز بیان کئے گئے ہیں جو سالکانِ زاہد و طہارت
 کے لئے شمع ہدایت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

چونکہ آج کل فارسی کا ذوق خال خال ہے اور ہر کہ و مہ کے لئے ان عالمانہ
 مضامین سے استفادہ مشکل ہے اس لئے اس تصنیف کو اردو کا قالب پہنایا گیا
 ہے۔ اور اس مہتمم با نشان کام کو جناب کپتان واحد بخش سیال نے انجام دیا ہے جو
 بذاتِ خود سونی ہیں اور تصوف کی باریکیوں کو کما حقہ سمجھتے ہیں۔

پاکستان واحد بخش سیال نے صرف ترجمے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان تمام مقامات
 کی تشریح و توضیح بھی کر دی ہے جن کے ادق معنائین تک ہر کسی کی رسائی ممکن
 نہ تھی۔

مجھے امید ہے کہ تلقین لدنی کے اردو ترجمے سے استفادہ عام کی صورت پیدا
 ہوگی۔ اور جو تصوف کا لطیفہ خاص ذوق رکھتے ہیں۔ ان کے لئے یہ نعمت غیر تکرر
 سے کم ثابت نہیں ہوگی۔

مسعود حسن شہاب

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی شہیدؒ

نام و لقب :- آپ کا اصل نام عبداللہ تھا، اور دوسرے بھائیوں کے نام ہدایت اللہ، امان اللہ اور عنایت اللہ تھے۔ طریقت کا نام محکم الدین سیرانی ہے، اور عوام الناس میں سیرانی بادشاہ مشہور ہوئے۔

شجرہ نسب :- آپ کا شجرہ نسب چند رنجی خاندان کے راجہ ستیا پر سے ملتا ہے۔ خاندان میں گڈن جن کا اسلامی نام مہر بخش ہے مسلمان ہوئے۔ گڈن کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ (متوفی ۷۳۲ھ) نے ملتان کیا۔ اور آپ ہی سے ان کی سبیت ہوئی، جن کا سزا بگھیا جانی تحصیل اودکارہ ضلع ساہیوال میں ہے۔ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانیؒ کی گوت کھول ہے، اور کھول راجپوت گریہ۔ شاخ کہلاتی ہے۔

ولادت :- کتاب ذکر خیر مستند دیراندہ مولانا عزیز الرحمن عزیزی مرحوم میں آپ کی ولادت کا قیاسی سال ۱۱۷۲ھ درج ہے۔

تعلیم :- چھوٹی عمر میں آپ کے خیالات مذہب کی طرف تھے۔ بارہ سال کی عمر میں ابتدائی عربی تعلیم مکمل کر لی۔ اپنے چچا زاد بھائی حضرت خواجہ عبدالخالق اویسیؒ (متوفی ۱۲۱۱ھ) کے شاگرد ہو کر آپ کے مرشد گرامی بن گئے۔ سے تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے۔ خواجہ عبدالخالق اویسیؒ آپ کے ماہر بن گئے تھے۔ اور انھیں کے ہمراہ جاکر دہلی میں حضرت خواجہ فیض جہاں دہلویؒ (متوفی ۱۱۹۱ھ) کے درس میں باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ خواجہ نور محمد بہاؤیؒ (متوفی ۱۲۱۱ھ) بھی آپ کے ہمراہ تعلیم حاصل کرتے

۱۷ مئی ۱۸۵۳ء - سے تھیں مسودہ مملوکہ جناب حیدر محمد قاسم اویسی

محرمہ ۱۲۲۲ھ

رہے۔ اپنے وطن میں جب تک ہے اپنے مجاہدوں کے ساتھ کاشت کا کام کرتے رہے۔

حلیہ و لباس :- سروقہ بلند و بالا تھے۔ رنگ گندم گوں، سر کے بال نہ گھنے نہ چھدرے پیشانی درمیانی۔ بالکس نوکدار تھیں۔ آنکھ کی سفیدی زیادہ سفید اور سیاہی زیادہ سیاہ۔ دانت باریک۔ آواز لطیف۔ کون ذرا بے اور گشت دار۔ ابرو غیر پیوستہ۔ تمام اعضا مدول خوشما۔ کانوں میں سوراج تھا۔ دائیں آنکھ کے اوپر تھن تھا۔ سینہ کشادہ، پیٹ اور سینہ برابر تھے۔ انگلیاں نازک۔ ناخن سرخ ایک انگلی (رند) کا ناخن ٹوٹ کر باہر اٹھا ہوا تھا۔ اس لئے واضح تھا۔ پیر میں جوڑا دانگل تقریباً اس کاہنتے تھے، سر پر پٹری باندھتے تھے کبھی قادری ٹوٹی بھی لٹا ہوا کرتے تھے کبھی کبھی شلوار بھی زیب تن کرتے تھے موسم سرما میں ایک کپڑا ٹوٹی پر رہتا تھا۔ جس کو عوامی زبان میں ٹوٹی بھی کہتے ہیں۔

بیعت :- آپ کا بیعت آپ کے چچا زاد بھائی داموں حضرت خواجہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ جن سے بچپن ہی سے دفعتاً معاملات میں ہدایت حاصل کرتے رہے۔ مرشد نے جب بیعت فرمایا تو دعا دی کہ میری اولاد بھی تیرے نام سے پہچانی جائے گی۔ مرشد نے چلے کے لئے حضرت چاچا کو مشائخ کے مزار واقع تحصیل و ضلع دہائی پر بھیجا۔ دورانِ ریاضت ہمیشہ ہی آواز آئی زمین کی میر کر دو۔ آپ کو ریاضت و عبادت میں کبھی رکاوٹ نہیں ہوئی۔ جو چلے بھی گیا۔ اللہ کے فضل و مرشد کی مہربانی سے کامیابی سے کیا۔ جب چلے سے فارغ ہو کر مرشد کی خدمت میں آئے۔ تو بیعت کے بعد مرشد نے بھی بھی حکم فرمایا کہ دنیا کی میر کر دو۔ آپ نے کئی چچا پیادہ کئے۔ فرماں مرشد اور رضا اللہی کے طور پر سفر اسی طرح کیا کہ ایک رات سے زیادہ کہیں نہیں بھرتے تھے، اگر کسی کے مجبور کرنے پر دوسری رات کسی کے ہاں رہنا پڑتا تو دوسرے مکان میں قیام فرمایا۔

خانقاہ :- یوں تو آپ کے فیض سے ہر آدمی سنا حاصل کرتا تھا۔ جہاں بھی گئے اپنے فیض سے ہر آدمی کو سرفراز فرمایا۔ آپ نے کبھی بخل کا کام نہیں کیا۔ نہ ہی کسی کو ملنے والے کو ایس کیا۔ بطریق کوئی کرام جو خلیفہ کہہ گئے۔ ان میں حسب ذیل نام آتے ہیں۔

- ۱۔ سر فرازاں صاحبِ عالم متان کے پیر
- ۲۔ شیخ محمد سلیم صاحبِ سامانیؒ
- ۳۔ حضرت ابو الفتح شاہ صاحبؒ۔ مزار مبارک ضلع رحیم یار خاں میں مزار ہے۔
- ۴۔ حضرت عثمان لڑی صاحبؒ جن کا مزار آپ کے مزار کے متصل ہے۔
- ۵۔ شیخ محمد انوار صاحبِ متانیؒ شیخ کے مزار کے قریب دفن ہیں۔
- ۶۔ میان اللہ داد گرامانیؒ متوفی ۱۲۶۵ء دربار چوک شہیداں متان میں ہے۔
- ۷۔ دیوان محمد غوث صاحبؒ جلال پوری اولاد پیر نعل قال صاحبِ ضلع متان۔
- ۸۔ شیخ دوست محمد صاحبؒ۔ جھانگرہ میں مزار ہے۔
- ۹۔ عبدالکریم صاحب قاریؒ مزار اوکاڑہ ضلع ساہی وال بگرام لٹری شریف واقع ہے۔
- ۱۰۔ شیخ عبداللہ صاحب جوئیؒ یہ آپ کے دستِ حق پر بند سے ملان ہوئے۔
- ۱۱۔ مولوی غلام محمد صاحبؒ۔ یہ نواب خاندان کے آئینہ فانی سے تھے۔ کہر واپکا ضلع متان میں مزار ہے۔
- ۱۲۔ میان محمد صدیق صاحبِ واجلیؒ
- ۱۳۔ میان محمد وارث صاحبؒ
- ۱۴۔ میان محمد اعظم صاحبِ اٹھوال
- ۱۵۔ میان مقبول محمد صاحب کھوکھرؒ
- ۱۶۔ بہر و خان پر جانیؒ
- ۱۷۔ اس کے علاوہ شیخ خٹوہ صحیفوں نے بہت دھال خواجہ محکم الدین نیرانی بھی تھے کامراد

یہ لیا تھا۔

شیخ کے معاصرین۔ آپ کے اس عالم فانی قیام کے دوران حسب ذیل بزرگان آپ کے ہم عصر تھے۔

المتوفی ۱۱۹۹ھ
۱۲۸۳ھ

المتوفی ۱۲۶۹ھ
۱۳۶۲ھ

المتوفی ۱۲۴۳ھ
۱۳۷۲ھ

- ۱۔ حضرت خواجہ فخر الدین غسبر جہاں دہلویؒ
- ۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
- ۳۔ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

المتوفی ۱۲۰۵ھ
۱۸۹۰ء
المتوفی ۱۲۶۶ھ
۱۸۵۱ء
المتوفی ۱۲۲۹ھ
۱۸۱۵ء
المتوفی ۱۲۶۴ھ
۱۸۴۱ء
المتوفی ۱۱۹۹ھ
۱۸۸۵ء

۴. قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاسدی
۵. حضرت خواجہ سلیمان تونسوی
۶. خواجہ قاضی محمد عاتل کوٹ محض شریف
۷. حضرت ملک شاہ غازی قادری بہاولپوری
۸. حضرت پیر شاہ قصوری

خوراک و سواری :-

آپ کی غذا بہت سادہ تھی۔ مسور کی دال بہت رغبت سے کھاتے تھے۔ تکلف کو بالکل ناپسند فرماتے تھے۔ پانی ٹھنڈا پسند فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ٹھنڈا پانی پینے سے خدا کا شکر ادا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ عرصہ کے بعد گھر آئے۔ گھر والوں نے بوجہ محبت دال کو گھی کا ترکا دے کر پیش کیا آپ نے فرمایا یہ سب تکلف برتا گیا تو فقیر آئندہ گھر نہیں آئے گا۔ ایک دفعہ ایک کسان کنوئیں سے گلابیں صاف کر رہا تھا۔ جب وہ گلابیں دھو کر چلا گیا تو باقی ماندہ گلابی سڑی یا چھوٹی گلابیں خلید دآئم نے منہ چن کر پیش کیں۔ آپ نے بہت رغبت سے کھائیں۔ اور فرمایا۔ اسی طرح بھی دقت گزرتی ہے۔ تو تکلف کیوں کیا جائے۔ سواری میں ایک گھوڑا جس کا نام توکل تھا رہتا تھا۔ ایک اونٹ بھی سواری کے لئے آپ کے پاس رہتا تھا۔ جس کا نام درگا ہی تھا۔ درگا ہی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس پر وحیدانی کیفیت طاری ہوتی تھی جب درگا ہی وحید ہی میں ہوتا۔ تو محمد اعظم صاحب اُفقوال گردن پر ذکر استغراق میں چلے جاتے۔ اس لئے ان کو درگا ہی کا خلیفہ کہا جاتا تھا۔

وصال مبارک :-

آپ کا وصال زہر خروانی سے ہوا۔ علاوہ دھوراجی لکھنیا و ازبکستان میں آپ تشریف فرما تھے۔ اور اپنے ایک مرید حضرت فاضل کے پاس مہمان تھے۔ اور حافظ مذکور کی خواہش تھی کہ دھوراجی میں آپ کا روضہ بنے۔ چنانچہ اُس نے آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا جس کو آپ نے نہ ذل فرمایا۔ اور حالت بگڑ گئی۔ آپ نے حافظ مذکور سے پانی طلب فرمایا۔ پانی پیتے ہی تھے ہو گئے۔ تھے ہی گوشت کے لٹکے پکے۔ اُس کے بعد آپ نے ذکر ارادہ شروع کیا۔ اور تھوڑی دیر میں آپ نے داعی

اجل کو بیک کہا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون و ۵ ربیع الثانی ۹۷۱ھ مطابق دس ماہ
 ۱۳۳۰ھ بروز پیر آپ کی تاریخ وصال ہے۔ دھوراجی بندر میں رات کے وقت
 آپ اسودہ خاک ہوئے۔ بعد میں آپ کے ورثہ آپ کے جسد اطہر کو دھوراجی
 بندر لا کر گوٹھ بخشا موجود نام خانقاہ شریف دسمسٹر تحصیل بہاولپور میں دفن کیا۔
 تاریخ منظوم از راقم الحروف یہ ہے :-

عظیم المرتبت میں آپ دینائے نقوت میں
 رموز معرفت میں آپ کا کوئی نہیں ثانی
 حسن لفظ عقیدت سے لبوں پر یہ کلام آیا
 سلام اے قباہ دار باب دیں اے شاد یلانی

۹۷ ۱۱ ۵

دیگر عیسوی مادہ نامے تاریخ وصال یہ ہیں :-
 - صوتی کمال سلطان اتارکین بادشاہ سیرانی

۸۳ ۶۱۷

- نقب کمال سلطان اتارکین محم الدین اولیٰ قدس سرہ

۸۳ ۶۱۷

کرامات ۱- آپ کی بے شمار کرامتیں ہیں۔ جو کتاب لطائف سیرہ و فارسی این درج
 ہیں۔ اب اس کتاب کا اردو ترجمہ جناب سید مسعود حسن شہاب دہلوی مدظلہ نے
 برکے کے طبع فرما دیا ہے۔ تادمین اس کتاب کو پڑھ کر ایمان کو تازہ فرمائیں۔
 حضرت سیرانی بادشاہ کے جانشین و خلفا کا سچہ نسب و دربار معلیٰ کا
 نقشہ اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

محمد حسن خاں میرانی عفی عنہ

۹۰۲- میرانی منزل۔ محلہ کچل پورہ شہر بہاول پور

شجرہ نسب حضرت خواجہ حکیم الدین سیرانیؒ

رہبر

سنی
|
گزن

محمد بن قاسم بن محمد بن
جوہر بن ابیہ بن یحییٰ بن زید بن
محمّد بن ہاشم بن عبدالمطلب

(اسلامی نام بہر بخش تھا۔ خواجہ معین الدین اجمیری متوفی ۷۶۳۳
نے گزن کو مشرت باسلام کیا۔ بہر بخش، دکانر لہر گھیا بلوانی
تخصیل اوکارہ ضلع ساہیوال میں ہے)

حضرت حازد محمد یعقوبؒ

حافظ محمد صاحبؒ

حافظ طاہرؒ	حافظ طیبؒ	حافظ محمدؒ	حافظ محمدؒ	حافظ محمدؒ	حافظ اکبرؒ	حافظ محمدؒ
شاہ کرم د	شاہ کرم د	شاہ کرم د	شاہ کرم د	شاہ کرم د	شاہ کرم د	شاہ کرم د
نور محمد بن علیؒ	نور محمد بن علیؒ	نور محمد بن علیؒ	نور محمد بن علیؒ	نور محمد بن علیؒ	نور محمد بن علیؒ	نور محمد بن علیؒ
اولیٰ متوفی	اولیٰ متوفی	اولیٰ متوفی	اولیٰ متوفی	اولیٰ متوفی	اولیٰ متوفی	اولیٰ متوفی
نور محمد بن علیؒ	نور محمد بن علیؒ	نور محمد بن علیؒ	نور محمد بن علیؒ	نور محمد بن علیؒ	نور محمد بن علیؒ	نور محمد بن علیؒ
۱۸۷۷ء	۱۸۷۷ء	۱۸۷۷ء	۱۸۷۷ء	۱۸۷۷ء	۱۸۷۷ء	۱۸۷۷ء

بیات اللہؒ

عبد اللہؒ

علی بن علیؒ

لادن اللہؒ

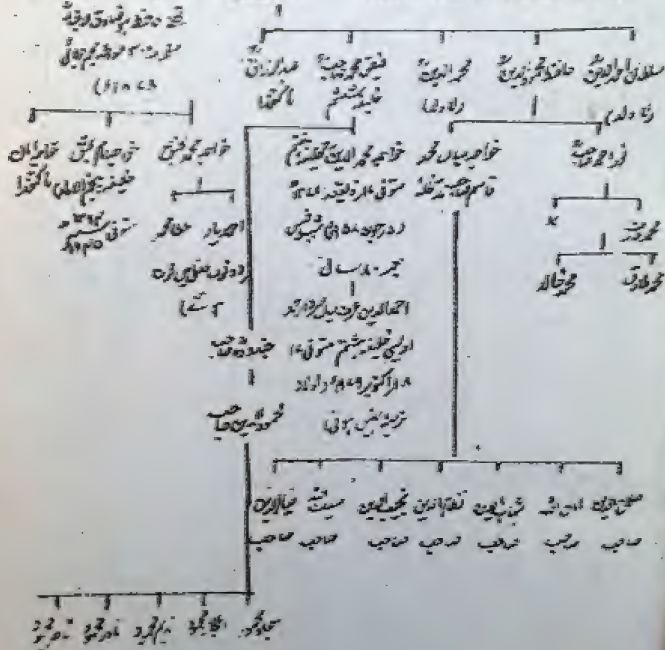
عزت حضرت خواجہ

حکیم الدین سیرانیؒ

(لاہور، متوفی ۱۱۹۷ھ)

سلطان احمد بن خلیفہ اول

محمد الدین



نقشه در بار معاصرت در کمالین حبیب شیدین



مغرب

منزل ۱۱۹۶ م



برآورد

کدام

شمال

مسجد شریف



مزار حضرت
عابد البیر در



در بار

پیکره های خان

نقشه

تلقین لدنی

مصنفہ

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہ

یا فتاح الفتوح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله على صنائع القدرت ورحمتها على رافع العزّت والشاد على
مبين الكشوف والاستقامت على صاحب الصنعت والعبوديت
على صنائع الحكمت والحضوريت على كاشف النعت والصلوة على
مبت الواحد ائنت والاعتقاد على صاحب الوسيلة والرحمة على
هادى العصمت وانكوت على صاحب العظمة والطوبى على صاحب الصلوة
والكبرى يا -

تہید | ایا بعدہ کل طبیعہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی نہیں ہے کوئی
معبود مگر اللہ، یہ نام محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، یہ فقیر رسالہ ہذا میں چند
اسرار و رموز بیان کرتا ہے جو درحقیقت احسن الاسرار (بہترین اسرار) ہیں، اس راہ
میں چار منازل ہیں۔ یعنی شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت۔

شریعت سے مراد تقویٰ اختیار کرنا ہے یعنی حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا جس
طرح کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس سے سب کو تجاوز نہ کرنا اور اس
پر جم کر قائم رہنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بُنی الاسلام علی خمسہ
الاشیاء (اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے) اول کلمہ طبیعہ، دوم نماز پنجگانہ، سوم
روزہ رکھا، چارم مال کی زکوٰۃ دینا، پنجم حج کرنا۔ ان ارکان کو ادا کرنے کے بعد
اُن کی حقیقت دینی اُن کے اسرار و رموز، کو بھی سمجھنا ضروری ہے تاکہ حقیقی معنوں

بعد از وصول قعد الشوک یا اللہ۔ ہر۔ این چنین نماز ادا کند قول حق تعالی واجبست
 دیک حتی یا تیک الیقین ویرا کشف شود و آن زمان صلی مسلم گردد و نمازش
 قبول افتد۔ چوں قبلش افتد افتاش افتاد چوں افتاش افتاد باحیث معین عید
 داب یا فت ی تیش برت و آب۔ در آن وقت رفت ساراب گشت ازینجا
 است کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ حدیث من عرفت نفسه فقد عرف ربه
 چوں سانک دین مقام رسد شراب لذت وحدت چشیداً نماز معنی لا اله الا هو
 دے راکشف گشت۔

ترجمہ و تشریح۔ در دل و جان سے نماز ادا کرنا فرض عین ہے یعنی نماز میں اپنی جان اور
 ہستی کی نفی کر دے۔ اور خود ذات حق میں گم ہو جائے تو یہ فرض عین ہے اور اس
 کو نماز بے ریا کہا جائے گا۔ یعنی دکھلا دے کہ نماز نہیں بلکہ حقیقی نماز اور اگر ریا کے
 ساتھ نماز ادا کرتا ہے۔ یعنی یہ جانتا ہے کہ حقیقت عید و رب ایک ہے۔ لیکن پھر
 بھی تکلفاً مقام و درجے میں آکر الٹنگ کرتا ہے۔ یعنی دکھلا دے کہ نماز پڑھتا ہے۔
 تاکہ حکم شریعت پڑا ہو، تو یہ کفر ہے۔ مذموم کفر نہیں۔ بلکہ کفر محمود ہے۔ کفر کے
 معنی ہی حقیقت سے دو گردانی کرنا
 اس لئے وہ کفر کا مرتبہ

ہوتا ہے۔ اس کفر کہ کفر حقیقی کہتے ہیں جو مذموم نہیں محض ہے۔ یہ وجہ ہے کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حصول قناتی اللہ کے بعد عبادت کی وہ شرک کا
 مرکب ہوا۔ یعنی عابد و معبود کا فرق مٹ جانے کے بعد تکلفاً فرق قائم کرنا اور
 ریاکاری کی نماز پڑھنا۔ یہ وہ ریاکاری نہیں جو دنیاوی مفاد کے لئے ماتحت افسر
 کے سامنے دکھلا دے کہ نماز پڑھتا ہے۔ بلکہ یہاں ریاکاری کا مطلب یہ ہے کہ
 دراصل عابد و معبود کی حقیقت ایک ہے۔ لیکن پھر بھی حکم شریعت کا احترام کرتا ہے
 اور عابدین کو معبود کے سامنے ریاکارانہ نماز ادا کرتا ہے۔ گویا غالی الٹنگ کرتا
 ہے۔ اور اس قسم کی نماز کی طرف حق تعالیٰ نے آیہ کریمہ و اعبد ربک حتی یا تیک

ہدایت خلق کے فرائض انجام دیتا ہے اور دیگر مناصب حیات انجام

دیتا ہے۔ اسے مقام بقا باللہ کہتے ہیں۔ بین جب اس مقام میں زیادہ دیر
آتی ہے تو اسے بقا الیقا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جو کمال بشریت ہے
اور سلوک الی اللہ میں بلند ترین مقام ہے۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے
میعنی بقا باللہ تک رسائی ہوتی ہے، (حق تعالیٰ کے قول **يُخَيِّرُ الْمُخَيَّرَاتِ مِنَ الْمَيِّتِ**
وَيُخَيِّرُ الْمُخَيَّرَاتِ مِنَ الْحَيِّ کے تحت) اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور
حقیقت اس پر منکشف ہو جاتی ہے اور مقام فنا سے بقا میں آتا ہے۔

نکود دوم در بیان نماز **نرث**۔ چونکہ یہاں حضرت اقدس کے استعارات سے کام
لیا ہے اور فارسی عبارت ادق بن گئی ہے اصل عبارت
درج کی باقی ہے تاکہ نکتہ دان حضرات خود معانی سمجھ لیں۔ اس کے بعد احقر اپنی فہم
ناقص کے مطابق مطالب بھی بیان کرے گا۔ حضرت اقدس کی عبارت ذیل ہے:-

”نمود دوم در نماز گذاردن فرض عین است۔ و گذاردن بادل و جان عین فرض
است باید کہ اگر نماز پر نادرے ریا، بگذارد اسلام عین است و ہم گذاردن بادل جان
فرض عین است۔ و اگر نماز پر نادرے ریا، بگذارد اسلام عین است۔ و اگر نادرے ریا، بگذارد کفر عین
است۔ و گذاردنش فرض عین است باید کہ نماز پر نادرے ریا، بگذارد چنان بگذارد کہ گذاردن
ازین جایا است کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود حدیث من اراد العبادۃ

مردہ سے زندہ نکالنے کے ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ بعض اوقات جب ماں مر جاتی ہے تو
اس کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اور کبھی ماں زندہ ہوتی ہے
تو بچہ مردہ پیدا ہوتا ہے لیکن باطنی معنی یہ ہیں کہ ابتدا میں سالک کو باطن ہوتا ہے اور مردہ کی طرح
ہے۔ لیکن فنا فی اللہ کے بعد وہ صفات الہی سے متصف ہو کر حقیقی زندگی حاصل کرتا ہے۔ گویا پہلے مردہ
تھا اب زندگی میں مبتدل ہو گیا۔ لیکن جب پھر سیر نزولی کے بعد جب مقام اولیٰ میں آتا ہے تو پھر مردہ
ہو جاتا ہے۔ اور بدون حکم الہی اس پر کچھ منکشف نہیں ہوتا۔ اس آیت کریمہ کے دوسرے معانی
یہ ہیں کہ جب سالک مقام فنا فی اللہ میں بمقدار حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور حدیث تھلثہ باخلاص
صفات حق تعالیٰ سے متصف ہوتا ہے تو اسے مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ کی نیکات صرف حاصل ہو جاتی

موزاؤل در بیان کلمہ طیبہ

اگر کوئی طالب صادق ہے تو اسے لا

إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کا مقصد اصلی جانتا چاہیے۔ یعنی گوہر ہاتھ
 پا چاہیے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ

عجب پد بودن معبود ناپود عجب شد منظر ہاست

دیکھا ہی عجیب بات ہے کہ معبود ہے نور نہیں بھی۔ خوب بات ہمارا
 وہ موجود بھی ہے اور ناپود بھی ہے حضرت شمس الدین تبریز قدس سرہ فی حقیقت
 طرقت اشارہ فرمایا ہے۔

قنا اندر فنا بینی فنا ہست بقا اندر بقا بینی بقا

شرح

تمام قنار القنار حقیقی فنا ہے۔ اور مرتبہ بقا بقا حقیقی بقا رہنا کسیر
 اللہ کے بعد تمام فنا فی اللہ میں پہنچا ہے۔ اسے فنا و وحدت حاصل ہے۔
 فی عالم صفات یا عالم جبروت یا حقیقت محمدیہ میں فنا ہو کر ایک ہو جاؤں اس کے
 پر ایک اور مقام ہے۔ جسے فنا یا قنار القنار کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے
 تمام احدیت یا ذات لائقین میں فنا ہے۔ یہاں پہنچ کر سالک یہ بھی سمجھ جاتا ہے
 میں فنا ہو چکا ہوں۔ اس لئے اس مقام کو قنار القنار کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔
 کے بعد سالک سیرت دلی یا سیرت من اللہ کے ذریعے پھر مقام دول یا کثر میں پہنچتا ہے
 فنا فی اللہ کے استعراق و محویت سے نکل کر وہ بقا باللہ کے محو یا بخیر میں

معبود و محبوب کے بیک وقت ہونے اور نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مہم دول میں
 پہنچا ہے اور معبود بھی، طالب بھی ہے اور مطلوب بھی، عاشق بھی ہے اور مشوق بھی
 تمام فنا یعنی مقام احدیت میں نہ عاید ہے نہ معبود نہ طالب ہے نہ مطلوب نہ
 ہے نہ محبوب۔ یہ ذات کا تعین اور تشریح کا مقام ہے جو اکسم و وحدت سے

بالا تر اور سمت اور اشارہ بھی پاک و منزہ ہے

الیقین میں اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی جب یقین آجائے کہ ذات حق کے سوا کوئی چیز نہیں اور عابد و معبود ایک ہے۔ تو پھر نماز ریاکاری یعنی محض ایکٹنگ رہ جائے گی اور حرام شریعت کی خاطر ریاکاری سے کام لیتے ہوئے ایکٹنگ ضرور کرے گا۔ حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اُس وقت نمازی مسلمان ہوگا، یعنی حقیقی مسلمان ہوگا اور اس کی نماز قبول ہوگی۔ جب نماز قبول ہوگی تو اضافت من و تریا عابد و معبود اٹھ جائے گی۔ جب اضافت اٹھ جائیگی تو عبد و رب کی حقیقت اُس پر منکشف ہو جائے گی۔ اور ربوت اور پال کا فرق مٹ جائے گا۔ یعنی ربوت بھی دراصل ذات حق سے جدا نہیں ہے۔ اگرچہ شکل ظاہری میں جدا نظر آتا ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ اس مقام پر پہنچ کر سالک سیراب ہو جاتا ہے یعنی اس کی تشنگی یا طلب ختم ہو جاتی ہے۔ اور قطرہ دریا میں مل جاتا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ** جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا کہ میں کون ہوں اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اس وجہ سے کہ عبد و رب کی حقیقت ایک ہے۔ اور سوائے ذات حق کے غیر کا وجود ہی نہیں ہے۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو وحدت کے شراب کی لذت حاصل کرتا ہے۔ یعنی شراب توحید اور قنائے ذات میں مست و بے خود ہو جاتا ہے اور اُس وقت اُس کو لا الہ الا ہُو کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ یعنی ذات حق کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں۔

شرح اب احقر مترجم وحدت الوجود کے متعلق مزید مراعت کرے گا، تاکہ قارئین کرام کو اس کی حقیقت بھی معلوم ہوتی جاوے۔ آج کل ظاہر میں قال مولوی حضرات کے درمیان وحدت الوجود و وحدت الشہود پر بڑے عیاشتے ہو رہے ہیں۔ لیکن حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرسندی قدس سرہ نے اپنے مکتوبات شریفہ میں اس بات کو وضاحت فرمائی ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں جو فرق نظر آ رہا ہے وہ لفظی فرق یا نزاع لفظی ہے حقیقی نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے رسالہ مدنیہ میں فرمایا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مابین جو نزاع یا اختلاف ہے وہ نزاع لفظی ہے نہ حقیقی نہیں

جسے شاہ سنیل شہیدؒ نے بھی اپنی کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی اصل ایک ہے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ ابکر خوسرو بن عربی کی کتابوں سے دونوں کا ثبوت ملتا ہے، اس لئے یہ نزاع نقلی ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وجود ایک ہے۔ ذات حق کے سوا کسی فیہ وجود نہیں ہے تو پھر بت پرستی کیوں حرام ہے؟ جواب یہ ہے کہ بت خدا نہیں ہے۔ خدا سے جدا بھی نہیں ہے جس طرح زید کا ہاتھ زید نہیں ہے لیکن زیر سے جدا بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص زید کی بجائے زید کے ہاتھ سے دستہ طلب کرے تو وہ بڑے بے وقوف کہلائے گا۔ اسی طرح بت پرستی بھی بے وقوفی اور مضحکہ خیز ہے۔ لیکن ذات حق چونکہ بے مثل و مثال ہے اس لئے زید اور اس کے ہاتھ کی مثال اللہ تعالیٰ اور کائنات پر پوری صادق نہیں آتی ہے۔ مولانا جامیؒ نے سوانح جامی میں فرمایا ہے کہ مخلوق کو خالق سے جو تعلق ہے وہ نہ کل اور جز کا مالتعلیق ہے نہ ظرف و مملو کا، بلکہ یہ تعلق لازم و ملزوم کا سا ہے۔ اور صفت و موصوف کا سا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات حق تعالیٰ کی صفت عین حق کا مظہر ہے چونکہ صفت اور موصوف ایک ہی اس لئے کائنات بھی حق تعالیٰ کا عین ہے غیر نہیں۔ ایک لحاظ سے ہم کتاب کو مصنف کا عین کہہ سکتے ہیں اور ایک لحاظ سے غیر بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ کتاب کا وجود علیحدہ صورت میں نظر آتا ہے۔ اسی طرح مجاز کے اعتبار سے کائنات حق تعالیٰ کا غیر اور حقیقت کے اعتبار سے حق تعالیٰ کا عین ہے یہی وجہ ہے کہ مشائخ عظام اور علمائے متکلمین نے لکھا ہے کہ مِیْقَاتُ اللّٰهِ هُوَ لَا مِیْقَانَ وَلَا مِیْقَرٍ (یعنی اللہ کی صفات نہ اللہ کا عین ہی نہ غیر) اگر صفات کو موصوف کا عین کہا جائے تو کثرت وجود لازم آتا ہے۔ یہ مرت نقطہ نگاہ کا فرق ہے۔

اب ہم نے یہ دیکھا ہے کہ شریعت کی رو سے یعنی مقام اسلام کی رو سے وحدت الوجود کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ امر مسلمہ ہے کہ حق تعالیٰ ذات و صفات کے اعتبار سے لا محدود ہے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو محدود قرار دے تو کافر ہو جاتا ہے اس لئے اگر وحدت الوجود کو نہ مانا جائے اور کائنات کو حق تعالیٰ کا غیر یعنی علیحدہ وجود تصور کیا جائے۔ نزات حق محدود ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کہ اگر حق تعالیٰ

کائنات میں نہ ہوا باقی ہر جگہ ہو تو محدود ہو جانا ہے۔ اور ذات حق کو محدود سمجھنا ہر فرقے کے نزدیک کفر ہے۔ سوائے غیر متقلدین کے امام ابن تیمیہ کے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر کی جانب عرش پر بیٹھے ہوئے کائنات کو دیکھ رہے ہیں۔ انھوں نے یہ نظریہ آیہ کریمہ الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی سے اخذ کیا ہے۔ اُن کو یہ معلوم نہیں کہ آیت الکرسی میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ذَرِیْعَةُ كُرْسِيِّهِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَحَدٌ اَسْمَانِ وَزَمِنْ (کائنات) میری کرسی یا عرش میں شامل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا عرش پورے کائنات پر حاوی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود اور کل شے کے اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں لہذا غیر کا وجود ہی نہیں ہے۔ اگر غیر کا وجود تسلیم نہ کیا جائے۔ تو کفر لازم آتا ہے نیز اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت وجود بھی ہے۔ اب چونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں لاشریک ہے اس لئے صفت وجود میں بھی اُس کا کوئی شریک نہیں ہونا چاہیے۔ لہذا وحدت الوجود برحق ہے۔ لیکن یہ بات حال سے تعلق رکھتی ہے، اصحابِ قال صرت منطقی استدلال سے قائل ہو سکتے ہیں۔ وحدت الوجود کی حقیقت اس وقت منکشف ہوتی ہے جب مقامِ فنا فی اللہ تک رسائی ہوتی ہے۔ ختم ہوا تبرہم
گایان

رموز سوم در بیان روزہ | معلوم ہونا چاہیے کہ روزہ رکھنے سے مراد ازواری ہے کہ کھانے پینے سے منہ بند کرنا۔ اسی وجہ سے اولیاءِ کرام نے فرمایا ہے صُومُوا بِرُؤْيَا وَاَفْطَرُوا بِرُؤْيَا (رویت جب تم کو روزہ رکھنے کا حکم دے گی تو اس سے سحری کرو اور دینار حق تعالیٰ سے افطاری کرو) جانا چاہیے کہ روزہ رکھنا فرض میں ہے یعنی عین بن جانا اور کوئی کام نہ کرنا۔ آتنا وحدتنا۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا۔ عین ہو گیا۔ اس وقت وہ عینِ رانکھہ سے دیکھا ہے کہ خود میں (ذات) ہے غیر نہیں ہے۔ یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَنْ رَأَى رَأَى رَأَى الْمَلَقِ دَحِينَ لَمْ يَكُنْ دِيكُمَا آنحضرت نے یہ کلمات اپنے حال سے فرمائے ہیں۔ نہ کہ قال سے، شمر سے

چوں اویں من اس عین ادریم

انا الحق چوں مکریم چوں مکریم

ایمان سے، چونکہ انسان کا وطن عالم قدس یعنی ذات باری تعالیٰ ہے جب تک مقامِ نبی پر نہیں نوٹے گا، ایسا زار نہ ہوگا، نیز نہ باب۔ حُبِّ الدِّینِ رَأْسُ خُطْبَاتِهِ وَتَرْکُ الدِّینِ رَأْسُ کُلِّ مَبَادِرٍ دُنْیَاکِ محبت تمام گنہوں کی جڑ ہے اور دنیا کا ترک کرنا تمام عبادت کی جڑ ہے۔ بلکہ جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو تفرقہ مرٹ جاتا ہے۔ اور اس وقت اس پر آیہ: اِنَّمَا الْعِلْمُ بِاللّٰهِ وَاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ کے معنی مشکف ہو جاتے ہیں۔ رہتا رہا معبود وہی اکیلا معبود ہے جو رحمن اور رحیم ہے، اکیلے اور ایک میں فرق ہے۔ اکیلا کا مطلب یہ ہے کہ وہی ایک موجود ہے۔ اس کے سوا کوئی وجود نہیں۔ ایک کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ایک ہے لیکن اس کے ساتھ دیگر موجودات بھی موجود ہیں۔

رموزہ در بیان حج۔ حج پر جانا فرض ہے، یعنی خود جانا فرض ہے۔ ماں اسی طرح پر ہے۔ خود جانے میں خدائی ہے اور خود نہ جانے میں بدائی ہے۔ یہاں یعنی اس دنیا میں جبر ہدائی ہے وہاں یعنی آخرت میں خود نوائی ہے۔ اور وہاں جو خود نوائی ہے وہ خدائی ہے اور جو خدائی ہے بے نوائی ہے اور وہاں جو بے نوائی ہے وہ خدائی ہے۔ یہ اس کے لئے نازل ہوئی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص اس دنیا میں آئینا ہے۔ آخرت میں بھی آئینا ہوگا۔ اور یہ بدترین طریقہ ہے۔ پس تو وہ کام کر جو تیرے کام آئے۔ وہ کام کر جو تیرا دوست بھی نہ کر سکے۔ اُس وقت تیرا حج پر جانا صحیح ہوگا۔ اور تجھے مقصود حاصل ہوگا۔ جب سالک اس مقام تک پہنچ جاتا ہے تو آیہ پاک اِنَّمَا تَوَلَّوْا... یعنی جس طرف دیکھو اللہ کی ذات نظر آئے گی، اکی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

شرح: حضرت آدمؑ کا مطلب یہ ہے کہ حج پر جانے کا مقصد یہ ہے کہ خود چلا جائے۔ یعنی خود نہ رہے بلکہ ذات حق ہو جائے۔ یعنی مقام فنا فی اللہ حاصل ہو جائے۔

لے تری دنیا سے، اور نہ ترک نہیں بلکہ بالنی ترک ہے یعنی دنیائی ترک۔ مطلب یہ کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کا زہن چلے نہ پڑے اصل وطن یعنی ذات حق میں رہتے ہوئے غابری ترک دینا رہبانیت ہے جو اہل زہد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لارہبانیت۔ لاسلام یعنی اسلام میں رہبانیت آجاتی ہے۔ لہذا ترک دنیا سے مراد دنیا اور دنیا کی محبت اور رغبت کا ترک کرنا ہے تاکہ پاک صاف ہو کر عالم قدس میں

جب یہ حالت برجاتی ہے تو یہ خدائی ہے یعنی بندہ خود نہیں رہتا۔ بندہ گم ہو جاتا ہے اور خدا رد جاتا ہے۔ لیکن خود کو فنا کئے بغیر جہ پر جانے، تو خدائی نہیں خدائی ہے۔ یعنی اس وقت بندہ مجرب اور دیدار سے محروم ہوتا ہے۔ ایسا اور آنجا کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک مطلب دنیا و آخرت ہے۔ دوسرا مطلب ظاہر و باطن ہے۔ حضرت اقدس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں خود نائی ہے یعنی جب تک سالک کا وجود باقی ہے۔ وہ بجز و فراق میں رہتا ہے۔ جب اپنا وجود گم کر کے فانی فی اللہ ہوتا ہے تو خدائی کرتا ہے، خدائی کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بندہ خدا بن جاتا ہے۔ بلکہ بندہ نہیں رہتا۔ خدا رہ جاتا ہے انا الحق کا مطلب بھی یہی ہے۔ منصور یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ میں حق ہوں بلکہ منصور راستی میں فانی اور گم ہو چکا ہے۔ اور حق کہہ رہا تھا کہ میں حق ہوں۔ یہ اسلامی نظریہ ہمدوست ہے۔ ہندوانہ ہمدوست یہ ہے کہ ہر چیز خدا ہے۔ اور یہ غلط بلکہ کفر ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں یہ استغداد نہیں کہ حق تعالیٰ کے تمام صفات کمال کی متعلق ہو سکے۔ اسلامی اور ہندوؤں کے ہمدوست میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہندوانہ ہمدوست کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز خدا ہے۔ اسلامی ہمدوست کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز خدا نہیں لیکن خدا اسے خدا بھی نہیں ہے جس طرح کہ زید کا ماتھے زید نہیں۔ لیکن زید سے جدا بھی نہیں۔ اگر کوئی شخص زید سے رقم طلب کرے اور وہ انکار کرے تو کوئی عقلمند شخص زید کے ماتھے کو کہہ کر اس کی جیب سے رقم نکالنے کی فرمائش نہیں کرے گا۔ جس طرح زید کی بجائے زید کے ماتھے سے رقم طلب کرنا مضحکہ خیز ہے اسی طرح بت پرستی بھی مضحکہ خیز ہے۔ لیکن عرفائے اسلام نے زید اور ماتھے کی مثال دینے کو بھی غلط کہا ہے۔ کیونکہ ذات حق کا کائنات سے جو تعلق ہے وہ بقول مولانا جامی ایسا تعلق نہیں جو کل کا جزو سے ہوتا ہے۔ یا ظرت کا مفرد سے، بلکہ وہ تعلق ہے جو صفت کا موصوف سے اور لازم کا ملزوم سے ہے۔ کائنات حق تعالیٰ کی صفت تخلیق کا مظہر ہے۔ لہذا ایک لحاظ سے اسے عین حق کہا جاسکتا ہے۔ اور دوسرے لحاظ سے غیر حق، اس لئے غایبن کا مفقود ہے کہ صفات اللہ لا غیبہ ولا خیرۃ را اللہ تعالیٰ کی صفات نہ اس

کی ہیں ہیں۔ نہ غیر اور عین بھی ہیں اور غیر بھی جس طرح انسان کا سایہ اس میں بھی ہے۔ اور غیر بھی۔ یہ سب مختصر بیان مسئلہ وحدت الوجود کا جس کی تفسیر مترجم نے اپنی کتاب مشاہدہ حق میں شرر و بسط کے ساتھ کی ہے۔

(جانتا چاہیے کہ طریقت کے اصطلاحی رموز و لا طریقت کے بیان میں:)

یعنی نفس کا ذات حق میں گم کر دینا جب سالک اس مقام تک سیر کرتا ہے تو اس آیت پاک کے معانی اس پر کشف ہو جاتے ہیں۔ وَالَّذِينَ جَاهِدُوا فِينَا لَنَهْدِيَهُمْ صُبُلًا۔ (جو لوگ ہمارے اندر سیر کرتے ہیں ہم ان کو مزید ترقی کے مقامات پر پہنچاتے ہیں) طریقت کے معنی تقویٰ کے بھی ہیں۔ یعنی اپنے آپ سے پاک ہونا۔ ہاں یہی مطلب ہے (جو خدا اپنے اندر ملتا ہے نہ کہ آسمان میں یا زمین میں) جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انسان قلب بیت اللہ ہے (میرے جہت یعنی جسد خاکی میں خدا کے سرا کچھ نہیں) تو آسمان اور زمین میں تلاش کرتا رہے جب خانہ کا پتہ چل گیا تو صاحب خانہ خود بخود دل جاسے گا۔ اس وقت سالک پر حدیث گنت گنت آتی ہے۔ یعنی میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا مجھے خواہش ہوئی کہ پہچانا جاؤں اس لئے خلق کو پیدا کیا) کا راز کھلتا ہے

شرح :- طریقت کے لفظی معنی ہیں راستے پر چلنا اور اصطلاحی معنی ہیں سالک الی اللہ طے کرنا۔ یعنی ریاضیات اور عبادات کے ذریعے نفس کرنا اور روحانی طاقت بڑھا کر عالم بالا کی طرف پرواز کرنا۔ جب تزکیہ اللہ ہو جاتا ہے تو اس آیت کے معنی سالک پر شکستہ ہوتے ہیں۔ لوگ ہمارے لئے مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہم ان کو اپنے راستے بتاتے ہیں۔ لہذا فینا کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اندر مجاہدہ کرتے ہیں۔ یعنی ہماری ذات میں فانی ہوتے ہیں۔ تو اس وقت ان کو ہم مزید ترقی کے راستے بتاتے ہیں۔ لیکن ملائے ظاہر لفظ فینا کو این پر صحنے ہیں۔ کیونکہ ان کو مقام فنا فی اللہ کا نہیں ہوتا ہے لہذا جَاهِدُوا فِينَا کا مطلب ہے سیر فی اللہ اور فنا فی اللہ

پنچ حجب تزکیہ نفس ہو جاتا ہے تو سالک کے اندر قوت پر داز پیدا ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں داخل ہو کر جوں جوں گردش کرتا ہے بلند سے بلند تر مقامات پر اس کی رسائی ہوتی ہے۔ چونکہ ذات حق کی کوئی انتہا نہیں اس لئے سیر فی اللہ یا فنا فی اللہ کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ اور یہ سفر ابد الابد تک جاری رہتا ہے۔ اور نہایت ہی پُر کیف اور پُر لطف سفر ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی لذت نہیں کر سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قلب کو بیت اللہ کہا ہے۔ ایک حدیث میں مومن کے قلب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا عرش بھی کہا ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نہ اپنی زمین میں سما سکتا ہوں، نہ اپنے آسمانوں میں۔ لیکن اپنے بندہ مومن کے قلب میں سما سکتا ہوں۔ ان احادیث سے غیر مقلدین کے امام ابن تیمیہ کے اس قول کی تکذیب ہوتی ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر کی جانب عرش پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ علمائے اسلام نے اس قول کے مستحق کہا ہے۔ کہ اس سے تجسیم لازم آتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے ایک جسم ماننا پڑتا ہے جو شریعت اسلامیہ میں محال ہے۔ حشر شخ فرماتے ہیں کہ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر حدیث کُنْزِ کُنْزِ غَفِیَّۃ کے معانی منکشف ہو جاتے ہیں وہ اس طرح پر ہے کہ چونکہ کائنات حق تعالیٰ کی صفت تجلیات کا مظہر ہے اور چونکہ صفت و موصوت ایک ہیں۔ اس لئے سالک پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ کائنات وجود حق تعالیٰ سے علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ عین حق ہے۔ یہ بات سالک پر علیی طور پر ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ حال کے طور پر وہ ہر چیز میں حضرت حق کو جلوہ گر دیکھتا ہے۔

رموز حقیقت کے بیان میں جانا چاہیے کہ حقیقت سے مراد تقویٰ ہے یعنی حق ہو جانا، امانت کا مٹانا معیت کا ختم کرنا اور تمنا سے گزر جانا ہے۔ اَلْفَقْرُ لَا یُخْتِاجُ اِلَی اللہ کے یہی معنی ہیں۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر قَوْلُ هُوَ اللہ اَحَدٌ کی حقیقت منکشف ہوتی ہے۔

شرح: حقیقت کا مطلب ہے بندہ کا ذات حق میں گم ہونا۔ اور حق کا باقی رہ

جانا، اس مقام پر تمام اہانتیں مٹ جاتی ہیں۔ یعنی بندہ کا بندہ ہونا ختم ہو جاتا ہے
 حتیٰ کہ معیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ معیت کا مطلب ہے اللہ کا بندہ کے
 ساتھ ہونا جیسا کہ کلام پاک میں آیا ہے اللہُ مَعَنَا واللہُ ہمارے ساتھ ہے، یہ
 آیت پاک ظاہریت پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن جب مقام فنا حاصل ہونا ہے تو معیت
 اور قرب بھی ختم ہو جاتا ہے اور غرضی مٹ جاتی ہے۔ اور خدا رہ جاتا ہے۔
 الْفَقْرُ لَا يَحْتَاجُ إِلَى اللَّهِ۔ کا یہی مطلب ہے۔ یعنی اُس رفعت بندہ اور مولا کی نسبت
 بھی نہیں رہتی۔ بلکہ عالم تنزیہ یعنی ذات بحث یا خالص ذات منزہہ، صفات کے
 مرتبہ میں اسم اور صفت بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ اللہ چونکہ اسم ہے۔ مقام لائق اور
 احدیت پر لفظ اللہ کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا۔ مقام ذات پر نہ اسم نہ حرف نہ اشارہ ہے
 نہ صفت ہے۔ نہ کنیٰ اور نسبت۔ بلکہ ذات ہی ذات ہے۔

رموزِ معرفت کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ اسم معرفت اسمِ غزل ہے۔
 جس کے معنی میں جائے شناخت۔ یعنی ہر جگہ ذات پاک واحد کو پانا۔ اور کائنات
 کے گونا گوں مظاہر میں ایک ذات حق کے ساتھ حاضر ہونا۔ اگرچہ مختلف نام پاک اور
 وحدت ہاک صورتوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ لیکن احدیت پر جم جانا چاہیے۔ اور کسی قسم
 کا خوف نہیں کرنا چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے۔ کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے
 اس کا مطلب یہی ہے۔ جب مالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو الحمد للہ رب العالمین
 مالک یوم الدین کی حقیقت اس پر تکلف ہوتی ہے۔

مشریح: عارفین کا قول ہے کہ اسلام چار چیزوں کا مجموعہ ہے۔ شریعت، طریقت،
 حقیقت و معرفت۔ شریعت سے مراد راستہ ہے، طریقت کا مطلب ہے اس
 راستے پر چلنا۔ اور منزل مقصود جہاں رستہ ختم ہوتا ہے اس کا نام حقیقت ہے اور
 حقیقت سے آگاہ ہونے کا نام معرفت ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا ہے: الشریعة احوالی، والطریقت احوالی، والحقیقت احوالی والمعرفت
 واسعادہ۔ یعنی شریعت میرے احوال کا نام ہے، طریقت میرے اعمال، حقیقت
 میرے باطنی حال اور معرفت میرے اسرار و رموز کا نام ہے۔ اس لئے جو لوگ صرف

شریعت اور فرائض اعمال پر لکھا کرتے ہیں۔ وہ اسلام کی حقیقت سے محروم رہتے ہیں۔
 حقیقت اسلام کیا ہے ذات حق میں فنا ہو جانا۔ اور قطرے کا سمندر میں گم ہو جانا۔
 لیکن یہ گم ہو جانا دائمی نہیں ہوتا بلکہ جب جی چاہے سالک ذات حق میں فنا ہو جاتا
 ہے اور جب جی چاہے فنا سے نزل کر کے دوٹی اور کثرت کے مقام پر آ جاتا
 ہے۔ اور فرائض زندگی ادا کرتا ہے۔ اس لئے حدیث ایمان امید اور خوف کے
 درمیان ہے۔ کہ یہ معنی ہوئے کہ پہلے موجودات عالم کو ذات سے الگ دیکھ کر
 سالک پریشان ہوتا ہے۔ جب مقام وحدت میں جاتا ہے تو سکون حاصل ہوتا ہے
 اس مقام پر الحمد للہ رب العالمین کی حقیقت ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سالک
 میں جو حمد و محاسن یعنی خوبی، صفات اور کمالات دیکھتا ہے۔ مثلاً اُن کے کارنامے، مناظر
 قدرت کی رنگینیاں اور مجاہدات و نباتات و حیوانات کے خصائل سب کو ذات حق
 کے صفات دیکھتا ہے الگ کوئی چیز نہیں دیکھتا۔

رموز ۹ یعنی چار منازل

منازل: عالم ناموس، عالم ملکوت، عالم جبروت،
 عالم لاہوت۔ یہ سب تہ ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ تمام جہان تو تیری
 پیدائش سے پہلے تھے۔ یہ کس طرح پر ہے۔ تو اس کا جواب حق تعالیٰ سے سن
 جس نے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ سے فرمایا کہ اے غوث الاعظم انسان
 کا جسم، اُس کا نفس، اُس کا قلب، اُس کا روح، اُس کا سمیع، اُس کا بصر، اُس
 کی لسان، اُس کے اعضاء سب کو میں نے پیدا کیا۔ اپنی ذات سے اور اپنی ذات
 کے لئے۔ وہ نہیں ہے مگر میں ہوں۔ اور میں اس سے غیر نہیں ہوں۔ جب سالک
 اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس اہمیت کی حقیقت اس پر آشکاف ہو جاتی۔ وہ لوح
 محفوظ میں ایک کتاب ہے۔ میں اللہ ہوں اور میرے سوا کسی غیر کا وجود نہیں ہے
 شجرہ عالم ناموس سے مراد یہی ظاہر ہوتا ہے، عالم ملکوت یا عالم ارجاء
 سے مراد دوتوں کا جہان ہے۔ عالم جبروت اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا جہان
 ہے۔ اور لاہوت سے مراد خدا نفس ذات منزہ از صفات کا جہان ہے۔ حضرت
 شیخ فرماتے ہیں کہ یہ تمام جہان تیرے سوا کچھ نہیں یعنی جب انسان حق تعالیٰ کا عین

تو مختلف موجودات جو ذات حق کا عین ہے، انسان کا بھی عین ہوئے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے حضرت غوث الاعظم سے فرمایا کہ انسان کا جسم، قلب، روح، سمع، ابصار وغیرہ سب ذات حق کا عین ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت غوث الاعظم نے وہ الہامات جو آپ کو حق تعالیٰ کی طرف سے ہوئے۔ ایک کتاب کی صورت میں جمع کئے ہیں۔ جو حال میں مکتبہ الکتاب لاہور نے رسالہ غوثیہ کے نام سے شائع کئے ہیں۔ اور بندہ نواز سید محمد گیسو دراز نے ان کی شرح کی۔ اس الہام کی شرح کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

انسان کا دل، انسان کی روح، انسان کے کان، آنکھ، ہاتھ پاؤں سب کو میں نے اپنی ذات سے ظاہر کیا یعنی اپنی ذات کے نور سے۔ اور اپنی ہی ذات کے لئے انسان کو آئینہ بنایا۔۔۔۔۔ یعنی انسان اور اس کی حقیقت سوائے اس کے نہیں کہ میں ہی ہوں اور میں اس کا غیر نہیں ہوں۔ آئینہ کی طرح انسان اور خدا ایک صورت ہیں۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ مبدع خلق آدم علی صورت حق تعالیٰ اپنے آپ کو دیکھنے کے لئے انسان کو اپنی طرح پیدا کیا۔ یعنی اپنی صورت میں اس لئے کہ لاجی اشت شوقاً الی تعالیم۔ میں ان کو دیکھنے کا بے حد مشتاق تھا کہی نے خوب کہا ہے:-

ما شوق حسن خود است آں بے نظیر
حسن خود را خود تماشا سے کند

رموز غدا جبروت کے بیان میں جبروت کا مطلب ہے شہادۂ حق میں ہونا

اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا دَرَأَيْتُ اللَّهَ فِيهِ دِئِمْ نَے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی کہ جس میں اللہ کو نہ دیکھا ہو، جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ آہِ اِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اس پر شکست ہوتی ہے۔

شرح:- جبروت عالم صفات کا نام ہے۔ اور صفات کا خاصا کشف و کرامات ہے اس مقام پر سالک حقیقت اشیاء منکشف ہوتی ہے۔ اور جس چیز کو دیکھا ہے اس میں ذات حق جلوہ گر نظر آتی ہے۔

رموز غدا ملکوت کے بیان میں:- ملکوت یعنی ماسوا اللہ سے پاک ہونا۔ اللہ

تہا ہے۔ اور جمال سے محبت کرتا ہے۔ یعنی ہر حال میں اللہ اللہ کہنا اور سوچو دیکھا۔
اس شعر کا یہی مطلب ہے۔

ہر خیالے غیر حق را دروداں سالکان را ایں ریاضت فرضاں
غیر حق کے ہر خیال کو چور سمجھ۔ سالکین کے لئے یہ ریاضت فرض ہے جیسا کہ
اس مقام پر پہنچتا ہے تو دھوئے مَعَكُمْ اِنَّمَا كُنْتُمْ کی حقیقت اس پر آشکارا ہوتی ہے
مشروح :- عالم ملکوت یعنی جب عالم ارواح میں پہنچ کر سالک اپنے جسم کی قیود
سے آزاد ہوتا ہے۔ تو ہر جگہ ذات حق کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس وجہ سے جسم کی
قیود اس کے لئے حجاب ہوتی ہیں۔

رموز ۱۲۱ ناموسوت کے بیان میں :-

جاننا چاہیئے کہ ناموسوت سے مراد غافل ہونا
ہے۔ غفلت دو طرح کی ہوتی ہے۔ اگر غفلت صفات ضمیمہ یعنی بڑی صفات سے ہے
تو یہ ہدایت ہے یعنی ابتدا۔ اور آیۃ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ اِنی آخرہ
اس کے حق میں صادق آتی ہے۔ اگر غفلت اوصاف حمیدہ کی وجہ سے ہے۔ تو
وہ بھی ہدایت ہے یعنی جس طرح پہلے تھا اب بھی اسی طرح ہے۔ یعنی وحدت نفس
کثرت کا نام و نشان نہ تھا۔ اس لئے شرک بھی بالکل نہ تھا۔ اسی وجہ سے بزرگان
دین نے کہا ہے کہ انتہائی مقام ابتدا کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور یہ مقام ناموسوت
ہے۔ پس پابہوت و جوارحی مقام ہے اور ناموسوت جو ابتدائی مقام ہے۔ دو وزن
ایک ہوئے۔ جو کچھ مخفی تھا ظاہر ہوا۔ اس سبب سے کہا گیا ہے کہ جس نے اللہ
تعالیٰ کو پہچانا۔ اس کی زبان گنگ ہو گئی۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو وہ
تیس ہزار نکات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عوام سے مخفی رکھے۔ اس پر
ظاہر ہو جاتے ہیں۔

شرح ۱۔ یاد رہے کہ سالک کی سیبۃ الخیال اللہ یا روحی سفر دائرہ کی شکل میں ہوتا ہے
اور دائرہ کے محیط پر سفر کرتے ہوئے پھر اسی نقطہ آغاز پر پہنچ جاتا ہے پس
وہی نقطہ ابتدائی نقطہ بھی ہے اور انتہائی بھی۔ کل لسانہ یعنی اس کی زبان
گنگ ہو گئی۔ کہ یہ معنی ہیں کہ جب ذات و محبت یا احدیت میں فنا مل جاتی

جسے تو ان نہ کوئی زبان ہے نہ اسم ہے نہ صفت نہ اشارہ نہ سمت نہ محل
اطلاق ہی اطلاق کا سامنا ہوتا ہے۔ اس لئے مالک غلام کرنے سے عاجز ہوتا
ہے۔ اور اور پر جو کہا گیا ہے کہ غفلت و دقسم کی ہے مذموم اور محمود۔ اس سے
بھی مراد وہی مقام حیرت ہے جو فنا فی اللہ کے بلند درجات پر مالک پر ظاری
ہوتی ہے۔ یہ حیرت محمود ہے اور مذموم حیرت ہے جو عرفان سے پہلے زمانہ
جاہلیت میں مالک پر ظاری ہوتی ہے۔

رد و ترمیم

دوسری توجیہ یہ ہے کہ عالم ناسوت میں جہل ہے عالم ملکوت میں
معرفت ہے۔ عالم جبروت میں دیکھنا اور عالم لاہوت میں ہونا (یعنی خدا کے ساتھ
ایک ہو جانا) ہے۔ اور لاہوت میں نمکوں جانا ہے۔ یہاں بھی ناسوت اور
لاہوت ایک ہوئے۔ یعنی دونوں حالتوں میں لا شعور کی کیفیت بت تیسری توجیہ
سنو، لاہوت میں نہ ہونا یعنی نیستی ہے۔ لاہوت میں ہونا یعنی ہستی ہے۔
جبروت میں دکھانا، ملکوت میں سنا اور ناسوت میں نہ ہونا ہے۔ اس صورت
میں بھی ناسوت اور لاہوت کی حالت یکساں ہوئی۔ جو کھن توجیہ سنو۔ ناسوت
میں نیستی ہے، ملکوت میں ہستی ہے۔ جبروت کیوتگی، لاہوت میں خبر اور لاہوت
میں بے خبری ہے۔ یہاں بھی ناسوت اور لاہوت کی حالت یکساں ہوئی۔ پانچویں
توجیہ سنو۔ عالم ناسوت خواب کی طرح ہے۔ عالم ملکوت بیداری، عالم جبروت
میں دوست کی معیت، عالم لاہوت میں خود دوست ہے اور عالم لاہوت
میں بے دوست ہے۔ یہاں بھی ناسوت اور لاہوت کی حالت یکساں ہو گئی۔
غرضیکہ علامہ ان چاروں مقامات پر چار مختلف صفات سے متصف ہوتا ہے
اور صفت لوصوف سے جدا نہیں۔

شرح: ان چاروں توجیہات میں حضرت شیخ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ابتدائی
منزل یعنی عالم ناسوت اور انتہائی منزل یعنی عالم لاہوت میں مالک پر بے خبری
اور لا شعوری کی کیفیت ظاری ہوتی ہے۔ ابتدائی منزل میں جو بے خبری ظاری ہوتی
ہے وہ جہل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اسی پر آخری منزل پر جو بے خبری ظاری ہوتی ہے

وہ معرفت کا نتیجہ ہے۔ اس بے خبری اور لاشعوری کو حیرت یا تجریر کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے، جس کی دو قسمیں ہیں۔ حیرت محمود اور حیرت مذموم۔

حیرت مذموم عرفان سے پہلے کی حالت ہے جو مبتدی پر طاری ہوتی ہے۔ اور حیرت محمود عرفان کے بعد کی حالت ہے جو عارفین پر طاری ہوتی ہے مثلاً تاج محل کو دیکھ کر دیکھتے ہیں۔ ایک عام گنوار، دوسرا انجینئر۔ اور اس کی خوبی کو دیکھ کر دونوں حیرت زدہ ہوتے ہیں۔ لیکن گنوار کی حیرت جہل کو حیرت ہوتی ہے اور انجینئر کی حیرت علم کا نتیجہ ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عارف پر کیوں حیرت طاری ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ اس قدر بسیط، بے کنار، بے پایاں اور بے انتہا ہے کہ سادک حسبہ ذوات کے مقامات طے کر کے کہہ نہ سکتے ہیں۔ اور ذات و صفات کے کمالات دیکھ کر ششدر رہ جاتا ہے۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ العجز عن درک الادراک۔ ادراک۔ یعنی ذات باری تعالیٰ کے ادراک سے عجز کا اقرار کرنا ہی انسان کی آخری منزل ادراک ہے۔ اقرار عجز اس کی معرفت کی انتہا ہے۔

رموز ۱۱۱ اے عزیز! ہر وجود جہلام سے ظاہر کیا جائے اس کی حقیقت اللہ ہے۔ اور مراد اس سے محمدؐ ہے۔ یہ ہیں حروف متقطعات کے ارشادات۔ سمجھا جس نے سمجھا۔

شرح :- لام، الت اور تمیم سے مراد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ ہر چیز کا وجود لا یعنی نیست ہے اور اس میں الت یعنی اللہ جلوہ گر ہے جس کا ظاہر حقیقت محمدی کی صورت میں ہوا ہے۔ جو تعین اول یا قبل اول ہے۔ یاد ہے کہ عارفین نے جو کلمہ طیبہ کے باطنی معنی کئے ہیں وہ یوں ہیں کہ لا الہ الا اللہ مقتدا ہے اور محمد رسول اللہ خبر ہے۔ پس اس سے زیادہ راز کی پردہ دری نہیں کی جاسکتی کیونکہ حضرت شیخؒ نے بھی نہایت لطیف اشارہ میں گفتگو فرمائی ہے خواص نمود بخود سمجھ جائیں گے۔

رموز ۱۱۲ جو شخص خدا تعالیٰ سے جدا ہو رہا ہے (یعنی واصل باللہ نہیں)

اس کے علم سے محروم ہے اور جو اس کے علم سے محروم ہے اس سے زبردستی محروم ہے۔ سالک کو جو ان مرد ہو نا چاہیے۔ جو نہ غیر ہو نہ عین۔ تاکہ نجات سے گریز نہ کرے۔ شعر ہے

ہجر تو مرا خوشتر از بودن و صلت عجز تو مرا بہتر از بودن قدرت

(ہجر سے مجھے تیرا وصل زیادہ پسند ہے۔ میرے لئے قادر ہونے سے عاجز ہونا زیادہ بہتر ہے) جس نے عاجزی کی قدر پہچانی، اس نے قدرت سے روگردانی کی۔ کیونکہ عاجزی کا جو ہر وہ جو بہر ہے جو نامرادی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور قدرت کا نشہ وہ نشہ ہے جو مراد کی طرف راہنمائی کرتا ہے

شرح :- سالک کو نہ عین اور نہ غیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بمقدور ق صفات اللہ یعنی لا عینہ ولا عکسہ سالک نہ عین عین بن کر ہمیشہ کے لئے قافی اللہ میں مستغرق ہو جائے۔ اور فراقِ زندگی ادا رکھے اور نہ ہمیشہ کے لئے ہجر و فراق میں رہ کر قرب وصال سے محروم ہو جائے۔ بلکہ دونوں حالتوں میں رہے۔ کبھی وصل میں کبھی فراق میں۔ البتہ عارفین بلند مقام کو وصل سے ہجر میں زیادہ لطف آتا ہے۔

من لذت درد تو بہ دریاں نہ فروشم کفر میر زلف تو یہ ایماں نفروشم چنانچہ حضرت اقدس نے جو شعر نقل کیا ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ ایدوست مجھے تیرے وصال سے فراق زیادہ محبوب ہے اور فقر و درویشی کی بے کسی مجھے زیادہ محبوب ہے۔ اور فقر و درویشی کی بے کسی مجھے وصال کے غماز یاوشاہی سے زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ یہ مقامِ عبدیت ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصا ہے۔ وصل یعنی قافی اللہ میں آدمی مغلوب الحال ہوتا ہے اور ہجر یعنی عبدیت میں جس کا دوسرا نام بقا یا اللہ ہے۔ سالک غالب الحال ہوتا ہے جو مغلوبیت سے بہتر ہے۔ عارفین کو فنا کی حریت اور استغراق سے عبدیت کی ہرشیاری اور انکساری زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بانگاہ کے لئے نیستی کے برابر کوئی تحقہ نہیں۔

رموز علیہ :- یہاں خدا تعالیٰ کا غیر نہیں ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے انسانی کیفیت

اور وصل کا دم عبوروں تو میں خود ختم ہوتا ہوں اور این و آن جینی یہ وہ سب ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی خدائی میں ذیعنی واصل بالئد ہونے، میں آشنائی کا لمحہ دم بھرنے سے شرک بھی اٹھ جاتا ہے اور میں اُس وقت تک راضی نہیں ہوتا جب تک یہ اور وہ نہ مٹ جائے۔ رباعی سے

بہ ہر جا یکہ اخلاصیت جاں را
خوش آن وقتے غریباں جہاں را
چوں کشتن از خودی ہم مرموز
منتہائے ہم بدیدن عشق جاں را

تشریح :- اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مقام قافی اللہ میں وہ تاثیر ہے کہ دیر تک اس مقام پر رہنے سے آدمی کا تعین ختم ہو جاتا ہے اور قطرہ کی طرح ہمیشہ کے لئے دریا میں غرق ہو کر باقی دنیا کے لئے کسی کام کا نہیں رہتا۔ لیکن مقصود بالذات یہ مقام نہیں ہے بلکہ فنا کے استغراق سے نکل کر نزول کرنا اور اپنے تعین انسانی میں واپس آکر مٹا صیب زندگی انجام دینا اور عبد بنما اسلام کی غرض و غایت ہے۔ یہاں حضرت اقدس نے جو رباعی نقل کی ہے اس میں کوئی طباعت کی غلطی معلوم ہوتی ہے جس کا وجہ سے صحیح ترجمہ نہیں ہو سکا۔

لموزعۃ ۱۰ ہر سالک جو سیر الی اللہ کے ذریعے مقام فنا پر پہنچ کر واصل باللہ ہوتا ہے، ایسا گھر یعنی اپنا تعین اور تشخص گم کر بیٹھتا ہے۔ لیکن وہاں بھی یعنی مقام فنا میں بھی ہمیشہ کے لئے نہیں رہ سکتا۔ ورنہ وہ دنیا میں کسی کام کا نہیں رہتا ہے۔

تشریح :- مطلب یہ ہے کہ مقام فنا میں ہمیشہ نہیں رہنا چاہیئے۔ بلکہ بقا باللہ اور عبودیت کو اپنا نشیمن بنانا چاہیئے۔ ورنہ مقصد حیات فوت ہو جاتا ہے۔

لموزعۃ ۱۱ جو شخص شرک رکھتا ہے یعنی اثباتے کائنات کو خدا تعالیٰ کا غیر جانتا ہے۔ وہ بھی لذت تو عید سے محروم ہے۔ اور جو شخص شرک نہیں رکھتا وہ بھی لذت

ترجمہ سے محروم ہے۔

مشوح :- مطلب یہ ہے کہ جس طرح صفات اللہ ہی لا ینبہ ولا غیرہ کے مطابق نہ کائنات کو خدا تعالیٰ کا عین کہا جاسکتا ہے نہ غیر بلکہ عین بھی ہے اور غیر بھی۔ یعنی ایک لحاظ سے عین ہے، ایک لحاظ سے غیر اسی طرح سالک کو چاہیئے کہ نہ ہر وقت عینیت کا دم مارے اور نہ غیریت بلکہ اس کی حالت فنا اور بقا، یا عروج و نزول میں بدلتی رہے۔ کبھی فنا فی اللہ کے مزے اڑے اور کبھی ہجر و فراق کی لذت حاصل کرے۔

رموز علیٰ :- اے عزیز کوئی شخص اپنے علم کی بدولت خدا تعالیٰ تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جو شخص علم کے ذریعے ربانی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، کبھی انتہا کو نہیں پہنچتا۔

مشوح :- عرفانے کہا ہے کہ العلم حجاب الایکبر و علم سب سے بڑا حجاب ہے، کیونکہ علم جس شخص سے حاصل ہوتا ہے جو محدود ہیں۔ لہذا ذات لا محدود کو نہیں پاسکتا۔ ذات لا محدود تک عشق کے ذریعے رسائی ہوتی ہے۔ نہ کہ عقل یا علم کے ذریعے۔

رموز علیٰ :- جو محبوب ہے خدا سے دُور ہے۔ جو محبوب نہیں ہے فخر معنی (حقیقت) سے دُور ہے۔

مشوح :- یہاں مقام عاشق اور مقام محبوب کا فرق بیان کیا ہے۔ محبوب کو خدا تعالیٰ سے اس بے دُور کہا گیا ہے کہ محبوب کی طرف خدا متوجہ ہوتا ہے عاشق کو اس لئے حقیقت سے دُور کہا گیا ہے کہ مقام عبودیت ہی حقیقت ہے۔ حضرت غوث الاعظم کے الہامات میں سے ایک الہام یہ ہے یا غوث الاعظم خیر المطالب ابنا و خیر المطلب الانسان (اللہ تعالیٰ نے فرمایا بہترین طالب ہیں ہوں اور بہترین مطلوب انسان ہے)

رموز علیٰ :- جو شخص بے خدا ہے (یعنی جس کو معیت حق حاصل نہیں ہے)

غافل ہے۔ نیز جب تک بے خدا نہیں ہوتا عارف نہیں ہوتا۔ یعنی جب تک فنا فی اللہ پر نہیں پہنچتا جہاں اسم اللہ کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا عارف نہیں ہوتا۔ اس قسم کے مفقادات احوال کہہ کر حضرت اقدس نے ظاہریت اور باطنیت کے فرق کو ظاہر کرنے کا طریقہ اختیار فرمایا ہے۔ جو بہت مؤثر ہے۔ اس قسم کے مفقادات بیان کچھ دیر تک آگے آتے رہیں گے۔

رموز ۲۲ :- جس نے نیست پر قدم مارا مشرک ہوا۔ جب تک نیست نہ ہوگا عارف نہ ہوگا۔

تشریح :- حقیقت یہ ہے کہ اشیاء عالم کا وجود نیست یعنی موهوم اور اعتباری ہے۔ اور حقیقی وجود ذات باری تعالیٰ کا ہے۔ لیکن جو شخص نیست پر ثابت قدم رہا یعنی جس نے موجودات عالم کے موهوم وجود کو حقیقی وجود تصور کیا، وہ مشرک ہے۔ کیونکہ اللہ کے ساتھ کسی دوسری چیز کا وجود تسلیم کرنا شرک ہے اس کے ساتھ جب تک سالک اپنے آپ کو نیست نہیں کرتا، یعنی جب تک اپنے آپ کو ذات حق میں گم نہیں کرتا عارف نہیں ہو سکتا۔

رموز ۲۳ :- جس کے لئے اثبات ثابت ہے وہ کافر ہے جب تک اثبات کو نہیں پہنچتا ایمان کی لذت سے محروم رہتا ہے۔

تشریح :- کلمہ طیبہ میں دو کلمات ہیں۔ ایک لا الہ جیسے نفی کہتے ہیں، دوسرا الا اللہ جسے اثبات کہتے ہیں۔ پہلے نفی کرنی پڑتی ہے۔ پھر اللہ کا اثبات کرنا ہوتا ہے۔ قول بالا کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی موهوم ہستی کے اثبات پر قائم رہا کافر ہے۔ یعنی یہ حقیقت سے روگردانی ہے۔ اور جس نے ہر چیز کی نفی کر کے اللہ کے وجود کا اثبات کیا وہ حقیقت ایمان کو پہنچا۔

رموز ۲۴ :- جو شخص خود کو جانتا ہے کافر ہے جب تک خود کو خدا نہیں جانتا کفر سے باہر نہیں نکلتا۔

شرح :- پہلی حالت کا شرک ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔ دوسری حالت اس کا کہ ہے جو اپنی ہستی کو مٹا دیتا ہے۔ خود نہیں رہتا بلکہ خدا رہ جاتا ہے۔ یہ نعرہ انا الحق۔ یہ نعرہ منصور کا نعرہ نہیں تھا بلکہ خدا خود کہہ رہا تھا کہ انا الحق میں خدا ہوں۔

رموز ۲۵۔ جو شخص گمراہ ہے وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا اور جب تک گمراہ نہیں ہوتا منزل مقصود تک نہیں پہنچتا۔

شرح :- پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص صحیح راستے پر نہیں چلتا، بھٹکتا پھرتا ہے۔ دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اپنے آپ کو نہیں کرتا۔ منزل مقصود تک نہیں پہنچتا۔

رموز ۲۶۔ جس نے آشنائی کا دم مارا۔ وہ اختیار میں سے ہے جبکہ اختیار نہیں بنایا۔ نہیں بننا۔

شرح :- جس نے خدا کی دوستی کا دعویٰ کیا وہ غیر ہے۔ کیونکہ دوست اور دوستی کا دعویٰ کرنے والے تو الگ وجود ہیں۔ اور ایک دوسرے کے غیر ہیں لیکن دوستی قائم کرنے کے لئے پہلے غیر بننا پڑتا اور عاشق و معشوق کا سلسلہ کرنا پڑتا ہے۔

رموز ۲۷۔ جو شخص حضوری رکھتا ہے مطلقاً دور ہے، جب تک دور نہیں ہوتا حضور نہیں ہوتا۔

شرح :- حضوری میں ہونا بھی دو ٹی ہے۔ اگرچہ قریب میں ہے پھر بھی دو ٹی ہے جب تک اپنے آپ کو دور نہیں کرتا حضور نہیں بننا۔ یعنی مقام فنا حاصل نہیں ہوتا۔

رموز ۲۸۔ جو خلق کو بے خالق دیکھتا ہے ناقص ہے۔ اگر باخلق دیکھتا ہے مشرک۔ جب تک عین نہیں دیکھتا محقق نہیں بننا۔

شرح :- جو خالق کو دیکھتا ہے لیکن اس کے اندر خلقت کو جبرہ گنہگار نہیں دیکھتا ناقص ہے۔ اور جب تک خالق اور خالق دونوں کو دیکھتا ہے مشرک ہے کہ ایک سے زائد وجود کا قائل ہو گیا۔ لیکن محقق وہ ہے جو خلق کو عین خالق دیکھتا ہے۔

اور دوٹی مٹ جائے۔
رموز ۲۹۔ جو شخص خدا کو اپنے اندر جانتا ہے مشرک ہے۔ اگر اپنے سے باہر جانتا ہے تو مردود ہے۔

شرح :- خدا کو اپنے اندر جاننے سے حلول لازم آتا ہے یعنی خدا انسان کے اندر اتر آیا ہے۔ یہ عقیدہ اہل ہنود اور نصاریٰ کا ہے۔ جو کرشن۔ رام اور حضرت عیسیٰ کو خدا کا اوتار مانتے ہیں۔ دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ خدا کو اپنے سے علیحدہ جانتا بھی گمراہی ہے حقیقت یہ ہے کہ خود نہیں ہے خدا ہے۔

رموز غ ۳۰۔ جو شخص خدا کے ساتھ مشغول ہے، نفسانیت کی وجہ سے جب تک نفسانیت پر عمل نہیں کرتا اُسے بے ہودہ کہتے ہیں۔

شرح :- قول اول۔ خدا کے ساتھ مشغول ہونے میں دو وجوہ لازم آتے ہیں، ایک خدا۔ دوسرا انسان۔ قول دوم یہاں نفسانیت سے مراد اپنا فائدہ ملاحظہ رکھنا ہے۔ یعنی جب تک نجات اور ہدایت ملاحظہ نہ ہو، آدمی بے ہودہ کہلاتا ہے۔

رموز غ ۳۱۔ جو شخص اپنی مراد کا طالب ہے نامراد ہے۔ جب تک نامراد نہ ہو مراد کو نہیں پہنچتا۔

شرح :- قول اول جو شخص اپنے فائدے کے لئے طالب خدا ہے اس کو مراد نہیں پاتی۔ یعنی اس کو خدا نہیں ملتا۔ کیونکہ یہ بھی نفس پرستی ہے۔ قول دوم جو شخص بے مراد اور بے لوث ہو کر خالص اللہ کی خاطر عبادت و ریاضت کرتا ہے، منزل مقصود یعنی خدا تک پہنچ جاتا ہے۔

رموز غ ۳۲۔ ایک شخص ہے جو ساری عمر خود شناسی میں صرف کرتا ہے۔ جب اُس نے خود کو پہچان لیا۔ اُس نے کچھ نہ پایا۔

شرح :- خود شناسی کے بعد معلوم ہوا کہ خود نہیں ہے بلکہ خدا ہے۔ چونکہ وہ نیست ہو گیا اس لئے کچھ نہ پایا۔

رموز غ ۳۳۔ طالب کئی سال حق تعالیٰ کی طلب میں رہا۔ جب اُس نے حق کو پہچان لیا تو اُس کا نام مینے کی طاقت نہ رہی۔

کی بستی کا عدم ہے۔

رموز ۳۸۔ جان من! جو شخص خواب میں بیدار ہے بے یار ہے۔ جویار

رکھتا ہے اغیار ہے۔

مشریح :- عام لوگوں کی زندگی خواب کی طرح ہے۔ جس میں آدمی خواہ کتنے دوست رکھتا ہو، بے دوست ہے۔ اور خواب میں نظر آنے والے سب دوست اس کے اغیار ہیں جیسی زندگی وہ ہے کہ دوست کو پالے۔

رموز ۳۹۔ ترجمہ شرح چرک اپنی غلوت گاہ میں مقام انا الحق تک نہیں پہنچا۔ اس کا اقلکات یعنی گوشہ نشینی بے کار ہے۔ جب تک کہ وہ مازاخ البصر و ما طغی کے مقام پر نہ پہنچ جائے۔ یعنی اس کی بصیرت استقدر تیز ہو کہ دوست کو دیکھ سکے۔

رموز ۴۰۔ اے عزیز! سبب شرک کی تین قسمیں ہیں۔ شرک جلی، شرک خفی، شرک اخفی۔ لا الہ شرک جلی ہے، لا الہ شرک خفی ہے، اور محمد رسول اللہ شرک اخفی ہے۔

مشرح :- شرک جلی سے مراد ظاہری شرک ہے۔ شرک خفی سے مراد لطیف اور پوشیدہ شرک ہے۔ شرک اخفی سے مراد وہ شرک ہے جو بالکل مخفی ہوتا ہے اور محسوس نہ ہو۔ لا الہ اس لئے شرک جلی یا کھلا شرک ہے کہ غیر خدا کو معبود ماننا ہر شخص جانتا کہ شرک ہے۔ لا الہ یعنی غیر کی نفی اور اللہ کا اثبات۔ اس لئے غیر محسوس شرک ہے کہ اللہ جو درحقیقت بے نام و نشان اس کو اللہ کے نام سے یاد کرنا بھی ایک قسم کا لطیف شرک ہے۔ محمد رسول اللہ اس لئے سب سے زیادہ مخفی اور غیر محسوس شرک ہے کہ وحی الہی اور قرآن عظیم کی سند لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ ان تمام سنذات اور پیغمبری منصب کے پردوں کو ہٹا کر حقیقت محمدی کی برقع کشائی پے حد مشکل ہے۔ اس لئے اسے اخفی یعنی پوشیدہ ترین شرک کا نام دیا ہے۔ حضرت شیخ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ شرک جلی و ناموسی ہے، خفی شرک ملکوتی اور اخفی شرک جبروتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عالم ناموس (ظاہری دنیا) کثیف ہے۔ پہلی قسم کے شرک کا معام کرنا زیادہ مشکل ہے اور عالم جبروت اس سے بھی زیادہ لطیف ہے۔

لہذا اس کا معلوم کرنا بے حد مشکل ہے۔ اس کی دوسری تشریح یہ ہے کہ شرک جلی یعنی ناموسوں اہل ناموس پر لاگو ہوتا ہے شرک خفی ان پر لاگو ہوتا ہے جو عالم ملکوت میں سفر کر رہے ہیں۔ اور اخفی ان پر لازم آتا ہے جو مرتبہ جبروت میں ہوتے ہیں۔ لیکن جو حقیقی معنوں میں مومن یعنی کاملین ہیں۔ وہ لاہوت میں پہنچ کر ان تمام قسم کے شرکوں سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

رموز ۱۴۱ در بیان بندگی۔ تجرید شیعہ بنگلہ ہے کہ اپنے تمام علائق سے آزاد ہو جائے۔ اور بندہ بننے کا مطلب یہ ہے کہ

اپنے آپ سے آزاد ہو جائے۔ مالک کو نہ کسی کی قید میں ہونا چاہیے، نہ ان کی قید میں کوئی چیز ہو۔ اسے مستغنی عن الکس ہونا چاہیے۔ اور کسی سے کوئی چیز طلب نہیں کرنی چاہیے۔ عیش و عشرت ترک کر دے۔ اور خواہشات نفسانی پر قابو پالے۔ بندہ کو اپنی زندگی سے کام ہونا چاہیے۔ اور کسی سے کوئی چیز طلب نہیں کرنی چاہیے۔ اور کسی چیز سے سروکار نہیں رکھنا چاہیے۔ جو تکلیف یا مصیبت پیش آئے۔ اسے گل دگلزار سمجھنا چاہیے۔ اور ہر حال میں راضی رہنا ہونا چاہیے، درد و دانا، سوز و ساز اور آرام و مصیبت سے بالاتر ہونا چاہیے تب جا کر اس کی بندگی رامت آتی ہے۔ اور اس وقت آیہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا...** صادق آتی ہے یعنی ہر چیز کو خواہ وہ تکلیف و مصیبت ہو نعمت الہی سمجھتا ہے۔

رموز ۱۴۲ عشق کے بیان میں۔ تجرید شیعہ عشق یہ ہے کہ عاشق و معشوق کی

حقیقت ایک ہے اور ظاہری وجود درمیان میں پردہ ہے۔ یعنی

”عشق، عاشق و معشوق ایک چیز ہے“

جو ہی معرفت کو ہی عارف اور وہی معرّف ہے۔

المؤمن مولا المؤمن و المؤمن آئینہ ہے مومن کا) سے یہی مراد ہے۔ کہ خود کو خود میں دیکھتا ہے۔ تب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر **هُوَ اللَّهُ الْعَفْوَ** کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔ یعنی وجود حقیقی وہی ہے اور تم سب غیر یعنی اُسی وجود حقیقی کے ٹکڑس اور ٹکڑس جمع ٹکڑس)۔

رموز ۴۳۔ موحّد کے بیان میں توجہ شرح: موحّد ہے جو بے نام و نشان ہو یعنی اپنی ہستی کو ہستی باری تعالیٰ میں گم کر کے ایک ہو جائے۔ اگرچہ بے نشان ہے پھر بھی اس کا نام موحّد پڑ جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ **الآن کما کانت** ہے۔ یہ اشارہ ہے اس حدیث پاک کی طرف جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **کَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُن مَعَهُ شَيْئًا** یعنی ایک وقت وہ تھا کہ اللہ کی ذات لقی باقی کچھ نہ تھا۔ جب حضرت جنید بغدادیؒ نے یہ حدیث دیکھی تو فرمایا: **الآن کما کانت** اب بھی اس طرح ہے جیسے تھا۔ یعنی اب بھی ذات حق کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی وجود طفیلی ہے نہ کہ حقیقی۔ خسر ہے۔ عارت مقام فانیں نہ خدا کو دیکھتا ہے نہ خدا کا نام لیتا ہے۔ کیونکہ ذات محض اسم، اشارہ، صحت وغیرہ تمام قیود سے بالاتر ہے۔ وہاں خدا کا نام بھی نہیں لیا جاسکتا۔ وہاں نہ وصل ہے نہ ہجر۔ کیونکہ وصل و ہجر کے لئے بھی دو ہیئتوں کا ہر ضروری ہے۔ لیکن یہاں دو کا نام تک نہیں۔ اس لئے خفرت نے فرمایا ہے۔ **مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ**..... جس نے اللہ کا عرفان حاصل کر لیا وہ اللہ کا نام بھی نہیں لے سکتا۔ کیونکہ اس مقام پر اس کا کوئی نام نہیں۔ محض ذات منزّہ از صفات ہے۔ نور ہی نور ہے اور وہ بھی نور ہے رنگ یعنی نور سیاہ۔ جب مالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر **لَمَنْ الْمَلِك**..... کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی ذات احدیت کا غلبہ ہوتا ہے۔ باقی موجودات کا وجود ختم ہو جاتا ہے جس طرح آفتاب کے سامنے ستارے گم ہو جاتے ہیں۔

رموز ۴۴۔ نفس کے بیان میں توجہ شرح: نفس کے معنی ہیں ایک مٹی کے لحاظ سے نفس کو خواہش سے نفسانی اور اوصاف ذمہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مثلاً شرک، بغض، حسد، حرص، تکبر، غرور، فانی وغیرہ۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ارْتَقُوا أَنْفُسَكُمْ**...

فارسی شعر یہ ہے :-

نہ بیند خدا نہ گوید خدا
باشد دھاش باشد خدا

لسوف للبیاحداث والمحالعات۔ اپنے نفس کو قتل کرو مجاہدہ بالنفس اور
مخالفت بالنفس کی خاطر اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِأَنَاءٍ
جِس نے اپنے نفس کو قتل کیا اس کا خون بہائیں ہوں۔ (یعنی اس کا انعام یہ
کہ وہ نہیں رہتا۔ خدا رہ جاتا ہے) جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو وہ اقامت
حیات زبیدہ دھنی النفس عن الهوی فان ہنہ ہی المادی کی حقیقت اور
راشکارا ہو جاتی ہے (یعنی جس نے ترکیب نفس کے ذریعے اپنی تعانیت
تخلع کر لیا۔ جنت اس کا مسکن ہے) (جنت سے مراد مرتبہ وصل یا مقام
ہے) نفس کے دوسرے معنی ہیں نفیس کے۔ یعنی نفیس کی پیداوار ہے۔ نفیس
مبعی لطیف یعنی ذات حق۔ اور جو چیز نفیس سے پیدا ہو نفیس ہوتی ہے۔ جو
طرح گندم سے گندم پیدا ہوتی ہے۔ اور نیگار سے نیگار اور آدمی سے آدمی
اس لئے انسان چونکہ ذات حق کی جلوہ گری ہے۔ اس لئے وہ بھی وہی چیز
ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ كَانُ (جس نے اپنے
نفس کو قتل کیا وہ کافر ہے)

شرح :- اس کے ایک ظاہری معنی ہیں ایک باطنی۔ ظاہری معنی یہ ہیں کہ کسی نے
کو قتل کر کے والا کافر اور گنہگار ہے۔ باطنی کے معنی یہ ہیں کہ جب آدمی اپنے
نفس کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ تو عابد و معبود، ساجد و مسجود کا فرق مٹ
جاتا ہے۔ اس لئے ایک لحاظ سے اُسے کافر کہا جاسکتا ہے۔ اگرچہ یہ کفر حقیقی
ہے۔ محمود ہے۔ مذموم نہیں۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے۔ تو اس پر ولا
تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ (الّا بالحق) کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔

شرح :- اس آیت کے بھی دو معنی ہیں۔ ایک ظاہری ایک باطنی۔ ظاہری معنی :-
ہیں کہ اس شخص کو قتل نہ کرو جس کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے
الّا بالحق مّاں حق کی خاطر یعنی جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ میں قتل کرنا جائز ہے بلکہ
مستحسن ہے کیونکہ اس کا قرآن مجید میں حکم آیا ہے۔ باطنی معنی یہ ہیں کہ اگرچہ
نفس کشی سے تجھے مرتبہ ثانی اللہ حاصل ہو جائے لیکن اپنی خودی سے آزاد
ہو کر ہمیشہ کے لئے اس مقام پر نہ رہ جاؤ۔ جیسا کہ عیسائی راہبوں اور ہندو

بدھ جو گیوں کا طریقہ ہے۔ بلکہ مقامِ فنا سے نزول کر کے بقا باللہ اور عبدیت پر واپس آنا چاہیے۔ اور قرآنِ زندگی شہادتِ خلق، جہاد و فیروانجیم دیتے چاہئیں۔ کیونکہ اسلام میں بلند ترین مقام فنا فی اللہ نہیں جہاں استغراق اور بھوک اور مغلوبِ الحالی کا دور دورہ ہے۔ بلکہ عالمِ دوئی و کثرت میں واپس آکر فرائضِ زندگی ادا کرنا مقصدِ حیات ہے۔ مطلب یہ کہ ہمیشہ کے لئے اپنے نفس کو ختم نہ کر دو۔

رموز ۵۴ قلب کے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ قلب کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ قلب کے نقل معنی ہیں الٹ یا الٹا ہونا۔ اسی وجہ سے قلب جب تک قالب یعنی جسم کے اندر ہے امیر ہے کبھی غریب، کبھی قادر ہے کبھی عاجز، کبھی ذاکر ہے، کبھی غافل، کبھی شاگرد ہے کبھی کافر، کبھی خیر ہے کبھی شر۔ کبھی مابل ہے کبھی عالم، کبھی باادب ہے کبھی بے ادب۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے یا سبت رب محمد لست بخلق محمد۔ کاش محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا۔ جب اس حقیقت کو پایا تو والقدر حیران و شہرہ... کی حقیقت اس پر منکشت ہو جاتی ہے۔ یعنی اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ سب چیز اللہ کے ماتھے میں ہے۔

قلب کے دوسرے معنی ہیں قلبِ احدیت۔ یعنی مرتبہ لاتعین۔ جہاں نہ نام ہے نہ نشان، نہ اشارہ ہے نہ سمت۔ غرضیکہ تمام دروازے بند ہیں اور لا شعوری کا عالم ہے۔ اسی وجہ سے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی خواہش کی تو جواب ملا کہ دیدار نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے کہ رویت ذات محال ہے۔ وہاں نہ کوئی جو بینہ ہے نہ بیندہ۔ سب دائرہ بیچ کر گم اور لاشعے ہو جاتے ہیں۔ القادر هو اللہ کے یہی معنی ہیں۔ یعنی اس کا غلبہ استقدر ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے محو ہے۔ اس لئے حکم آیا ہے کہ لا تفکر دافی ذات یعنی ذات میں غور و فکر نہ کرو۔ کیونکہ ذات غور و فکر سے بالاتر ہے۔ البتہ صفات میں غور کرنے کا حکم ہے۔ یہ چیز اسے مرتبہ احدیت اور لاتعین میں معلوم ہوتی ہے۔ جہاں سب امانتیں گم ہیں۔

رموز ۴ روح کے بیان میں۔ جانتا چاہیے کہ روح بھی بے چون و چوگون ہے اور یہ صفات ذاتی ہیں۔ یہ بات دلائل عقلی و فلسفہ و عقول استوار و علوم نقل و قرآن و حدیث اسے ثابت ہے۔ عقل و دلیل یہ ہے کہ تم روح میں جس قدر فکر کرو اس کی مابینت معلوم نہیں ہوتی۔ نقلی دلیل یہ ہے کہ شریعت میں بھی روح کو بے چون و چوگون کہا گیا ہے۔ چنانچہ یہ صفات اس کے ذاتی ہیں۔ اور صفات عین ذات میں یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت غوث الاعظم سیدنا عبد القادر جیلانی قدس سرہ کو اہم فرمایا کہ جعلت الانسان مطیعاً دیناً نے انسان کو اپنی سوار بنایا ہے، اور یہ بات عوام انکس میں سے جو عقل رکھتا ہے۔ سمجھ سکتا ہے۔ اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قلب الروح من امر ربی۔ (اے پیغمبر کہہ دو کہ روح عالم امر کی چیز ہے) دوسری بات سنو۔ روح، قلب اور نفس تینوں اسم ذات ہیں۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار کے اس شعر کا مطلب یہی ہے۔

نفس و روح عقل و دل جملہ یکے است

من ندانم تا کرا ایس جا شکست

(لطائف نفس، روح و عقل اور دل تمام ایک چیز ہے۔ اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے) اور نظام الدینؒ کی اس رباعی کا بھی یہی مطلب ہے۔

اے عالم نادان چندیں بچے خوانی

علمی کہ مفید است آن کہ نیدانی

سہ سہ صرت برنی در علم خود مرئی

یک حرف نخواندی تو از ان علم ربانی

(اے نادان عالم اس قدر علم تو کس لئے پڑھ رہا ہے، جو علم مفید ہے اس کا تجھے علم نہیں ہے۔ علم صرف و نحو پڑھ کر تیرا سر سفید ہو گیا۔ لیکن علم ربانی کا ایک حرف نہیں پڑھا۔)

شرح: حضرت شیخ کا مطلب یہ ہے کہ ذات حق کی طرح روح انسانی بھی بے چون و چوگون ہے۔ یعنی لامحدود اور عقل و فہم سے بالاتر ہے۔ اور یہ بات عقلی و نقلی دلائل

سے ثابت ہے۔ عقل دلیل یہ ہے کہ روح کا جھنڈا عقل سے بالاتر ہے۔ اور نقل یعنی شرعی دلیل یہ ہے کہ قرآن حکیم میں روح میں امر ربی کہا گیا ہے۔ عام لوگ امر ربی سے حق تعالیٰ کا حکم مراد لیتے ہیں جو صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کے حکم سے تو تمام کائنات وجود میں آئی ہے روح کی کیا تخصیص ہے۔ امر ربی سے مراد عالم قدس یعنی ذات و صفات باری تعالیٰ کا جہان ہے۔ عالم دو اقسام پر ہے عالم خلق یعنی یہ کائنات اور عالم اثر یعنی ذات و صفات حق تعالیٰ کا عالم۔ آگے حضرت شیخ حضرت فرید الدین عطار کے شعر کا حوالہ دیتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ انسان کے اندر یہ جو لطائف رتہ یعنی لطیفہ نفس جس کا مقام نفاس ہے۔ لطیفہ قلب جس کا مقام بایاں پہلو ہے۔ لطیفہ روح جس کا مقام دایاں پہلو ہے۔ لطیفہ سیر جس کا مقام قلب اور روح کے وسط میں ہے۔ لطیفہ خفی جس کا مقام وسط پیشانی میں ہے۔ اور نشیہ اخفی جس کا مقام ام الدماغ یعنی سر کو چوٹی میں ہے مابین یہ بھی ذات باری تعالیٰ کے مختلف نام ہیں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی انفس العارفین میں فرمایا ہے کہ تمام لطائف رتہ روح کے نام ہیں۔ لہذا اس کی مختلف صفات کے۔ نیز قرآن حکیم میں آیا ہے کہ فنفت ذیہ میں الریحی دہم نے انسان میں اپنی اُدوح چھوٹ کر اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ روح انسانی عالم قدس یعنی ذات و صفات حق سے ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ محکم الدین سیرانی قدس لکھتے ہیں کہ التَّائَرُتُ هُوَ الَّذِي لَا يَحِثُّ اللَّهُ دَعَارُتَ وَهِيَ جِوَالِدُ كُتُبِهِنَّ بِهَيَاَتَا جِبِ مَالِكِ اس مقام پر پہنچا ہے تو اس پر اِنَّ اللہ خلق آدم علی صورۃ تہ (اللہ تعالیٰ نے آدم اپنی صورت پر پیدا کیا) کی حقیقت اس پر واضح ہو جاتی ہے۔

تشریح۔ عارت وہ ہے جو اللہ کو نہیں پہچانتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ذات باری تعالیٰ کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے۔ ہر عارت کا آخری مقام ذات حق میں خیر ہے۔ خیر یعنی حیرت کی دو قسمیں ہیں۔ حیرت مذمومہ اور حیرت محمودہ۔ حیرت مذمومہ جہل کا نتیجہ ہے۔ اور حیرت محمودہ معرفت کا نتیجہ ہے۔ تاج محل کو دیکھ کر ایک گنوار اور انجلیئر دونوں حیرت زدہ ہوتے ہیں۔ گنوار کی حیرت مذمومہ اور انجلیئر کی حیرت محمودہ کہتا ہے۔ امام غزالی کہتے ہیں سعادت کے شروع دینی لکھتے ہیں۔

کہ انبیاء اور اولیاء کا آخری مقام ذاتِ حق میں حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ حضرت
یرانی بادشاہ فرماتے ہیں کہ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر حدیث
ان اللہ خلق آدم علی صورۃ کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ یعنی اس کو اس بات
کا معنی ہو جاتی ہے کہ روح انسانی عالمِ قدس کی چیز ہے۔ اور ذاتِ حق کی
طرح بے چون و بکون ہے۔

رموزِ مکیہ در بیان بہشت :- جانا چاہیے کہ بہشت سے مراد لگانگی ہے،
اس وجہ سے کہ یگانگی سے باہر ہے۔ بہشت میں ہر لگانگی ہی کی بات ہے
یعنی ایک ذی کھنہ، ایک جاننا، ایک سننا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ جنیدؒ
بغدادی نے فرمایا ہے لیس فی جنتی سویما اللہ (جنت میں اللہ کے سوا کچھ
نہیں) نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ الجنۃ حوراء ولا قصور
ولا لبن ولا عسل تبخی ریحی صائحک۔ (جنت میں نہ حور ہے نہ قصور
نہ دودھ اور نہ شہد بلکہ ذاتِ باری تعالیٰ کی تجلیات کے انوار ہی انوار ہیں)
جو شخص اس مقام پر پہنچ جاتا ہے (یعنی دنیوی زندگی میں) اُس کے لئے دائمی
بہشت ہے۔ اب آپ خود سوچ سکتے ہیں جب اس دنیا میں وہ بہشت
میں ہے تو آخرت میں کہاں ہوگا۔ جب سالک کی میر اس مقام تک پہنچ جاتی
ہے۔ تو وہ ہمیشہ اُن لذات سے بہرہ ور رہتا ہے اور مسرور ہوتا ہے جو اس
آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالٰتِ لَہُمْ جَنَّٰتٌ
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْهَارُ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْکَبِیْرُ (وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور
نیک عمل کرتے ہیں اُن کے لئے بہشت ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اور یہ
بہشت بڑا عظیم ہے۔)

توضیح :- اس معنوں کا یہ مطلب ہے کہ جب سالک اس دنیا میں ریاضتِ مجاہدہ
کے ذریعے اپنے فائے نفس کے بعد ذاتِ حق میں فانی ہو جاتا ہے تو وہ بہشت
میں پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ بہشت سے مراد بھی یہی ہے کہ اس میں ذاتِ حق کے
سوا کچھ نہیں۔ حور و قصور، باغ اور دودھ اور شہد و شراب کی بہنوں سے مراد
ذاتِ حق کی مختلف تجلیات و انوار ہیں۔

تفسیر عرائس البیان میں بھی اس آیت کے یہی معنی لئے گئے ہیں۔ لیکن وہاں انہار میں جو تشریح کی گئی ہے بہت طویل ہے جو ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

رموز ۴۴ در بیان دو زنج :- دو زنج مقام بیگانگی ہے۔ اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِتی بوجی حماقتہ کوئن (میں بیزار ہوں اس سے کہ شرک کرتے ہیں، جو شخص تکبر کرتا ہے وہ دائمی دو زنج میں ہے۔ اب آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ جو شخص اس دنیا میں دائمی دو زنج میں ہے۔ وہ آخرت میں کہاں ہوگا۔ وہ ہمیشہ بیگانگی کی سیاحہ آگ میں (فراق) میں جلتا رہے گا۔ کیونکہ آگ کے مسکن میں بیگانگی (فراق) سے نکل کر ہرگز وہ بیگانگی معنی وصل میں نہیں آسکتا۔ آتش دو زنج کر سیاہ کہا گیا ہے۔ بناءً اس وجہ سے کہ اس میں ہجر و فراق ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہمیشہ سے مراد بیگانگی یعنی وصل ہے۔ اور دو زنج سے مراد بے گانگی یعنی ہجر و فراق ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ كَفَرُوا اُولَٰئِكَ هُمُ الطَّاغُوتُ يُعْزِجُہُمْ مِنْہُمْ۔۔۔ فیما خلدین۔ ہر لوگ کافر میں وہ شیطان دھوکہ میں جو انکو زور سے اندھے میں لے جاتا ہے۔ و اصحاب دو زنج میں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے پس اصل کو ہمیشہ سمجھو اور فراق کو دو زنج سے چوں شوری و اتق نہ ہر دو ہر دورا از خود جداں

ان دونوں کی حقیقت کو تم کیوں معلوم نہیں کرتے۔ یہ دونوں تیرے اعمال کا نتیجہ ہیں۔ یعنی ہمیشہ اور دو زنج دونوں تیرے اعمال کی وجہ سے مجھے نصیب ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ کوہ خویش بر خویش است۔ یعنی تیرے ہاتھوں کا کیا ہوا تجھے ملتا ہے، جب یہ معلوم ہو گیا تو اس آیت کے معنی تجھے خود بخود معلوم ہو جائیں گے۔ لَا تَلْقُوا مَا یَدْعُمُ اِلٰی التَّحَدُّکُمْ و اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو

رموز ۴۵ در بیان قیامت بر قیامت کے اصطلاحی معنی میں کھڑا ہونا۔ اور

لے تفسیر عرائس البیان حضرت شیخ روز بہاں بقلی شیرازی کی تالیف ہے۔ جس میں ہر آیت کے باطنی معانی بیان کئے گئے ہیں۔ اس تفسیر کا پہلے سے اُن ترجمہ اردو ہو رہا ہے۔ اور عنقریب پہلا پارہ شائع ہو جائے گا۔

کہ تو کان ربک لہمذکر مذكور فھو مذكور وحب کوئی اللہ کو یاد کرتا ہے
 تو خود مذکور ہو جاتا ہے یعنی اللہ اس کا ذکر کرتا ہے پس مذکور ہوا کہ یاد کرنے
 مطلب یاد کرنا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد میں آنا) جس طرح کوئی کہے کہ دستار
 در گردن (پگڑی باندھنا) کی بجائے دستار در گردن (پگڑی گردن میں ڈال کر)
 بن جانا اور بیگانگی (فراق) سے بچ جانا جب یہ حقیقت معلوم ہو گئی تو کچھ
 واذکر ربک اذا نسیت اللہ کو یاد کرو جب بھول ہو جائے اس پر متکشف
 ہو جاتا ہے (یعنی جب تو محبوب ہو جائے اللہ کے ذکر سے حجاب دور ہو
 جائے گا)۔

رموز ۵۴ در بیان فکر یاد رہے کہ فکر کا مطلب ہے یانتن۔ یاد ریانتن
 ہے۔ (جس کا مطلب ہے حاصل کرنا) یاد ریانتن (یعنی دریا سے گہر نکالنا)
 یہاں گہر سے مراد گہر وجود ہے جب ساک دریائے موجودات میں غوطہ
 لگاتا ہے تو خود کو پاتا ہے۔
 ریائی

عجب دریا کہ در دراست پتھان

عجب درے کہ بے دریا نہا شد

گر تو مے شوی واقف ز دریا

کہ دریا در محبت در بدریا

(یہ عجیب دریا ہے جو در یعنی موقی کے اندر چھپا ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا)

دریا سے مراد کائنات ہے اور در سے مراد

کائنات یا کائنات صغیر کہلاتا ہے۔ چونکہ انسان کامل ذات حق میں غائب ہوتا ہے

اور چونکہ ذات کائنات پر محیط ہے۔ اس لئے انسان کامل یعنی در کے اندر دریا

سمویا ہوا ہے۔ دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر تو دریا کی حقیقت سے واقف

ہو جائے یعنی حقیقت اشیائے عالم تجھ پر منکشف ہو جائے تو معلوم ہو جائے گا

کہ در دریا کے اندر ہے۔ اور جیسا کہ در کے اندر ہے یہی وجہ ہے کہ حدیث

میں آیا ہے کہ الانسان ستر فی دانا ستر (انسان میرا راز ہے) اور میں اس

کارا ز ہوں) جب ساک اس مقام پر پہنچتا ہے تو (تخذا الصیغ) (دو معبود

لازم کردہ اس کی حقیقت اس پر آشکارا ہو جاتی ہے۔ یعنی زبیرؓ کا رمل بالذکر
 رموز ۵۵ در بیان تلاوت قرآن: یاد رہے کہ اللہ کے کلام کی تلاوت سنت
 ہے۔ اور اس کا حاصل کرنا فرض ہے۔ اب حاصل کرنے کا کیا مطلب ہے۔ اس
 کا مطلب ہے منظر میں غور کرنا، چونکہ قرآن حق تعالیٰ کی صفت کلام کا منظر ہے
 منظر پر غور کرنے سے آدمی منظر یعنی ظاہر کرنے والے تک پہنچ سکتا ہے، عبارت
 سے گذر کر اشارت تک پہنچنا چاہیئے فقط قرآن کا پڑھنا عبارت ہے۔
 اور جو عبارت اشارت کا ہے بیکار اس کا وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
 أَلْحَافِظُ كَالْأَعْمَى (حافظ قرآن نابینا کی طرح ہے) یعنی معنی سے غافل ہے نا اور
 جس جگہ اشارت (یعنی باطنی معانی معلوم ہوں) وہاں بشارت ہے اور جہاں بشارت
 ہے۔ وہاں حضوری ہے یعنی سامنے دیکھ رہا ہے۔ اس وجہ سے قاسم انور میں آیا
 ہے کہ بیت یہ ہے

ہر جا از ہر کس دوتے تو در جلوہ گری است
 مصحف دوتے تو از ہر کس ہر دوتے غورم

ہر جگہ اور ہر چیز میں تیری جلوہ گری ہے اور تیرے حسن و جمال کا ہر چیز میں
 مشاہدہ کر رہا ہوں یا یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
 قرآن کی تلاوت افضل ترین عبادت ہے۔ جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو
 اَقْلُّ وَرَبْلَكَ اَلَا كَسَمُّ الَّذِي عَلَّمَ يَا عَلَمُ کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔

رموز ۵۶: اے عزیز کلام اللہ کی باتیں حزن پر ہے جس کی ابتدا اللہ ہے
 اور انتہا یاری، یعنی آئی جس کا مطلب کیا چیز؟ یعنی تو کیا چیز ہے۔ کہاں سے
 آیا ہے کون ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اندر دیکھ کر معلوم کر۔ ایک
 اور دس بھی تو ہے، بلکہ اس سے گزر جا۔ اور سب سے گزر جا، تاکہ تجھے ھُوَ نظر آجے
 رموز ۵۷ در بیان علم علم کے معنی ہیں جانتا۔ یعنی خود کو مطلق جانتا۔ چنانچہ ایک
 بزرگ نے فرمایا ہے

آن شاہ لا ہوتی در کسوت انسان است
 انسان بہ شخص است انسان نظر سے کن

۱۰۰ ذات مطلق انسان کے بچیس میں ہے۔ انسان وہی ہے وہی ہے اور سے دیکھا
 اسی وجہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تَوَمَّ الْعَالَمُ أَفْضَلُ مِنْ
 تَبَادُلِ الْجَاهِلِ۔ (عالم کی نیند یعنی عازت کی نیند جابل کی عبادت سے افضل ہے)
 جبرائیلؑ یہ علم حاصل کر لیتا ہے اُسے اَعْلَمُ الْعُلَمَاءُ کہا جاتا ہے۔ اَلْعِلْمُ نَقْطَةٌ
 تَشْرِقُ الْجِبَالُ (علم ایک نقطہ ہے لیکن جہاں سے اُسرے وسیع کر دیا ہے) یہ اسی عالم
 یعنی عازت کی شان ہے جس کا کمال یہ ہے کہ جس کا علم ذات مطلق کا علم ہے اور
 باقی سب سے روگردان۔ حضرت غوث الاعظمؒ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ نے حضرت
 حق تعالیٰ سے دریافت کیا کہ يَا رَبِّ مَا عِلْمُ الْعِلْمِ (علم کا علم کیا ہے) جواب
 ملا کہ يَا غُوثُ الْعِلْمُ هُوَ الْجَهْلُ عَنِ الْعِلْمِ (اے غوث! اعظم علم العلم
 سے مراد علم سے جہل ہے) جب یہ بات سمجھ میں آئی تو هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ
 إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ (اللہ ہی ہے جس کے سوا کچھ نہیں اور جو عالم
 ہے غیب کا اور حاضر کا) کی حقیقت اس پر آشکارا ہو جاتی ہے۔

رموز ۵۸ در بیان حلم :- علم سے مراد حلیم ہونا ہے۔ یعنی جس طرح پانی میں پانی
 اگر کچھ پانی گرم کر کے سرد پانی میں ڈالا جائے تو نہ گرم پانی سرد سے علیحدہ ہوتا
 ہے نہ سرد پانی گرم سے دور ہوتا ہے۔ دوسری بات سنو! دریا میں ہزاروں
 ندی نالے آکر گرتے ہیں۔ کوئی پاک ہوتا ہے کوئی ناپاک۔ لیکن دریا کو دس سے
 کوئی سروکار نہیں ہوتا (سب کو قبول کر لیتا ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دریا بن
 چکا ہے۔ چنانچہ جو شخص دریا بن جاتا ہے اُس پر هُوَ الْكَذْلُ هُوَ الْآخِرُ هُوَ
 الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (اول و
 آخر وہی ہے) کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

۱۰۱ حضرت غوث الاعظمؒ سیدنا محمد امجدی الدین عبدالقادر جیلانیؒ قدس سرہ کے الہامات کا مجموعہ چھپ چکا ہے
 یہ الہام اس کتاب میں سے نقل کیے گئے الہامات غوث الاعظمؒ حقائق و معارف سے لبریز ہیں۔ یہ کتاب حال
 میں مکتمہ الکتاب لاہور گنج بخش روڈ لاہور میں شائع ہوئی اسے حدیث شریف میں اس آیت کی راہ شریک آئی ہے
 ۱۰۲ سے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں وہ آخر ہے اور اس کے بعد کوئی چیز نہیں وہ ظاہر ہے اور اس سے

رموز ۵۹ در بیان خلق و خالق :- یاد رہے کہ خلق کا وجود خالق سے ہے جس طرح موج دریا سے اور دونوں کی حقیقت پانی ہے (یعنی خلق اور خالق کی حقیقت ایک ہے) یہی وجہ ہے کہ کہا گیا ہے۔ **الْعَظِيمُ لَا مَبْرَأَ لِلَّهِ الرَّحْمَنُ** کے حکم یعنی مخلوق کی تعظیم لازمی ہے، جس نے اس حقیقت کو سمجھ لیا۔ اُسے **تَخَلَّقُوا يَا اٰخِلَاقِ اللّٰهِ** اللہ کی صفات سے موصوف ہو جاؤ! کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔
 شرح :- یعنی اللہ تعالیٰ ذات و صفات میں مگر ایک ہو جاؤ تاکہ خالق و مخلوق کا تفرق نہ ہو جس طرح موج دریا کے مٹ جانے سے دریا ہی دریا رہ جاتا ہے۔

رموز ۶۰ در بیان عزالت یعنی گوشہ نشینی :-

عزالت از خلق یعنی خلق سے روگردانی کا مطلب یہ نہیں کہ خالق سے دُور ہوا جاؤ، اس وجہ سے کہ تمام انبیاء اور اولیاء خلق کے اندر رہے ہیں لیکن خلق میں مشغول نہیں نہ جاؤ، (بلکہ حق میں مشغول رہو۔ یا ہمہ جہ سے یہی مراد ہے) یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **يَا اَحْمَدُ اَدُمُ عَلٰی ذِكْرِيْ**۔ (اے احمد مجھ ہی آدمؑ ہمیشہ اللہ کے ذکر پر قائم تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یا رب آدمؑ کس طرح ذکر پر قائم تھا۔ جواب ملا کہ **اَتَرَكْتُ مِنَ النَّاسِ (لوگوں سے کنارہ کشی کرو) جس نے یہ بات سمجھ ل اسے اس حقیقت سے آگاہی ہو جائے گی کہ اَنَا الْمَوْجُودُ بِاُطْلُغِيْ بِحَدِّ نِيْ وَ اَيْنَ تَطْلُبُ سِوَانِيْ لَمْ تَجِدْنِيْ (موجود حقیقی میں ہوں جس نے مجھے طلب کیا پایا، جس نے میرے سوا کسی چیز کو طلب کیا، اس نے مجھے نہ پایا)۔**

سرموز ۶۱ در بیان خاموشی برخاستہ ہے کہ کوئی سانس بے فائدہ نہ لیا جائے اور اپنے آپ کو درمیان میں سے خارج کر لینا چاہیے۔ یعنی خود کچھ نہ کہے، بلکہ اسی سے یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے بات کرے۔ اسی وجہ سے کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ **مَنْ سَكَتَ سَلَّمَ وَ مَنْ سَلَّمَ نَجَا (جس نے خاموشی اختیار کی، سلامت رہا اور جو سلامت رہا اُس نے نجات پائی)** جس نے اس پر عمل کیا، خزانہ حق سے گہر پاب ہوا۔ اُس وقت اس پر **اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ** اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے، کی حقیقت ٹھٹھکتی ہے۔

رموز ۶۲ در بیان قناعت :- قناعت یہ ہے کہ بے وجود ہو کر بیٹھے۔
یعنی مقام قناعت حاصل کرے، کیونکہ جو شخص باوجود رہا، بے مراد رہا، وجود ایک بہانہ
ہے، جو کچھ ہے وہی ہے، یعنی حق تعالیٰ ہے۔ وہی تھا، وہی ہے اور وہی ہوگا
کسی نے خوب کہا: الْقِنَاعَةُ كُنُوزُ الْعَيْنِ (قناعت غنی کا ہندوانہ ہے) جس نے
بات سمجھ لی، اس پر اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُتَعِنِّ (اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا
ہے) کی حقیقت واضح ہو گئی۔

رموز ۶۳ در بیان حجرہ نشین :- یاد رہے کہ حجرہ نشین ہونے کا مطلب یہ ہے
کہ اپنے آپ سے ہجرت کرے۔ نہ کہ غیر سے ملحدہ ہو کر اپنے آپ کو چار دیواری
میں قید کر لے حضرت نے فرمایا ہے کہ مَنْ اجلس فی الدُّعَيْنِ مع غیرکَ کَا
الصَّیْدِ فِی الْفَنَسِ (جو کوئی خلوت میں بیٹھ کر بھی غیر حق کے ساتھ مشغول رہا، وہ
اس پرندے کی طرح ہے جو بجرے میں قید ہوا) جس نے یہ بات سمجھ لی۔ اس پر
لَقَحْتُ رَبِّیْ مِنْ اَوْحِی (میں نے اپنی روح آدم میں پھونکی) کی حقیقت اس پر
ظاہر ہوئی۔

رموز ۶۴ در بیان تسبیح :- ظاہری تسبیح یہ ہے کہ اسم اللہ اللہ کہہ کر دانے
گھمائے اور حقیقی تسبیح یہ ہے کہ ہر چیز میں اللہ دیکھے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ
پچھتارن دل میں جزدوست ہر جہ بینی بدانکہ مظهر دوست
(اپنے دل کی آنکھوں سے دوست کے سوا کسی چیز کو نہ دیکھو۔ جو چیز دیکھو
دوست کا ظہر سمجھنا یہی وجہ ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے: مَنْ تَعَلَّمَ حَرْفًا فَهُوَ
مَوْلَاہُ (جس نے ایک حرف پڑھا یا وہ استاد ہے) جس نے یہ بات سمجھ لی۔ اس پر
اَنْزَلْنَا یٰطَرِدُ اِلَی الْاِدْبَلِ کَیْفَ خَلَقْتُ وَاِلَی السَّمَاءِ کَیْفَ رَفَعْتُ وَاِلَی الْاَبْجَالِ
کَیْفَ لَبَّيْتُ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سَطَحْتُ فَذَكَرْنَا اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ (کیا وہ اونٹ
کو نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا ہوا ہے۔ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بلند ہوا۔ پہاڑوں کو
کو نہیں دیکھتے کہ کیسے نصب ہوئے۔ زمین کو دیکھو کیسے بچھائی گئی۔ پس اللہ کا ذکر کرو،
یشاک تم ذکر ہو) کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

۱۔ مظهر یعنی جاتے ظہور :-

پر میری کرنا، نہ کہ کھانے پینے سے۔ کیونکہ جسے صرف کھانے پینے سے پرہیز ہے۔
وہ پر حین یعنی غرت ہے (مرد نہیں ہے) وغیرہ سلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
قول میں تَرْفَکَ یَغِیْرُ عِلْمَ فَقْدِ مَاتَ کَافِرًا مَجْنُونًا (جس نے علم کے بغیر زہر
مختار کیا وہ کافر یا مجنون ہو کر مرنا) کا یہی مطلب ہے۔ لیکن جس شخص کو
اپنے آپ سے پرہیز ہے وہ بادشاہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے: الْعُلَمَاءُ رُوحَانُ الْأَنْبِیَاءِ (یعنی علماء شیخین یا اولیائے
کرام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں) جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔
حقیقت اس پر آشکارا ہو جاتی ہے۔ اس وقت اس پر اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ
وہ تبارک و تعالیٰ کی بات کو جانتا ہے، اس حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

... نہ بد غیر علم کو کفر اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ وہ حقیقت زہد سے واقف نہیں۔
اس لئے کہ جو چیز ترک کرنے کے قابل ہے یعنی خودی اس کی بجائے آپ و
طعام ترک کر دیتا ہے۔ اپنے آپ کو ترک کرنے کا نام تصرف کی اصطلاح میں
تجربہ و تفرید ہے یعنی تنائے نفس کے بعد ذات میں نہ کرنا۔ علماء کو انبیاء کا
وارث اس لئے کہا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی طرح علماء یعنی اولیاء اللہ بھی اپنی خودی
کو مٹا کر ذات حق میں فنا حاصل کر لیتے ہیں۔ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ کی حقیقت سے واضح
ہونے سے یہ مراد ہے کہ روشن ضمیر ہو جاتا ہے۔ اور ذات کی بات معلوم کر لیتا ہے۔
دوسرے معنی یہ ہیں کہ حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

رموز مراد در بیان صلاحیت۔ صلاحیت وہ چیز ہے جو خود بخود رواں ہے
پانی کی طرح۔ جس طرح بغیر کسی کوشش کے دریا بخود جاری کر لے
بیت

صلاح اس باشد کہ با خدا اور ہر کجا باشد بنشد کے خدا پرگز ہمیشہ با خدا باشد
راہ ہدایت یہ ہے کہ سالک جہاں ہے۔ با خدا ہے۔ اور خدا کے بغیر ہرگز نہیں جاتا
کس نے خوب کہا ہے کہ مَوْجٌ یَقُوْلُ الْاِمْرَانِیُّ ذَاتِ مَطْلَقٍ فَتَوْ عَامٍ لَا هُوَ
صلاح (جو شخص یہ کہتا ہے کہ ذات مطلق کے لئے انسان ہے۔ وہ گنہگار ہے صلاح
نہیں ہے) سالک جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو وحدت کے بلام شرابا طہ۔

منا ہے۔ اس وقت اس پر قسَم کاتِ یَزْجُرُ الْإِنَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَابِحًا
وَلَا يَسْبُكْ يَصْبَادُ لَا رَبِّهِ أَحَدًا۔ جو شخص اپنے رب کے دیدار کا طلبگار ہے
اُسے عمل صالح کرنا چاہیئے اُن کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

مشریح :- یہاں صلاح سے مراد سالک کا وہ حال اور مقام ہے جہاں اُس کو دوا می
حضور اور قرب حاصل ہے اور ہر وقت ذاتِ حق میں غوطے لگا رہا ہے۔ یاد رہے
کہ بعض حضرات کوشش سے اور مراقبات کے بعد فنا میں جاتے ہیں اور بعض وہ ہوتے
ہیں جو بغیر کوشش بغیر کوشش بجز فنا میں غرق رہتے ہیں۔ بلکہ اگر کوشش بھی کریں تو باہر
نہیں نکل سکتے۔ اسی وجہ سے بے اضافت اور دانست کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں
اضافت سے یہاں مراد ذریعہ یا کوشش ہے۔ اور دانست سے مراد علم۔ یعنی نہ کوشش
کرتا ہے اور نہ اس کو اپنی فنا کا علم ہوتا ہے۔ اس مقام کو فنا لے فنا یا فنا الفنا
کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جہاں شعور بھی نہ ہو کہ میں ذاتِ حق میں فنا ہوں۔
بلکہ ذاتِ حق قائم اور خود گم ہوتا ہے۔ اسی مقام کو آیہ مذکور میں بقا واللہ کہا گیا
ہے۔ بقا کے معنی یہاں دیدار نہیں کیونکہ یہ یقین ہے۔ یہ مقام دیکھنے سے بھی زیادہ
بلند ہے۔ اسے حق الیقین کہتے ہیں۔ جیسے آگ میں لوہا۔ یعنی خود ہونا جانا

رہو زبدا در بیان ہمت :- ہمت یہ ہے کہ سالک دونوں جہانوں سے مستغنی
یعنی بے نیاز ہو جائے۔ اور نفس و شیطان سے بلکہ درود اور ادا سے بھی ناراض
ہو کر کفر و ایمان سے بالاتر ہو جائے۔ بیت :-

ہر کہ صاحبِ ہمت آمد مرد شد

ہمچو خورشید از بلندی فرد شد

(صاحبِ ہمت وہ ہے مردِ کامل بن چکا ہے اور آفتاب کی طرح بلندی پر
درخشاں ہے) اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ صاحبِ الہمت مستغنی عن
الکل (صاحبِ ہمت وہ ہے جو سارے جہان سے بے نیاز ہے) اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ
فَقُوَّ اللَّهُ (جب انتہا کو پہنچتا ہے تو اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے۔ باقی سب کچھ مٹ
جاتا ہے) سننے سے یہی مقام مراد ہے۔

مشریح :- بزرگوں کا مقصد یہ ہے کہ قیمتِ المروءۃ ہمت و آدمی کی قیمت اس کی ہمت

یعنی حبس۔ مانی حبس۔ بڑا۔ صاحب کمال ہو گا۔ اور کیا یہ حبس کا کمال نہیں ہے کہ
زمانہ و مکات اور میں اور تو کی قید سے رہائی حاصل کر کے عالم نہایت میں پہنچ جائے
تہاں نہ لڑکی قید ہے نہ ایمان کی۔ کیونکہ کفر اور اس عالم نہایت یعنی ظاہری جہان
کی چیز ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

نہ از کفرے خبر دارم نہ از ایمان حال

تخم شد جان و جان شد جان جانا

لہذا بہت بڑا چیز ہے جو آدمی کو کون و مکات سے بالا تر عالم قدس میں پہنچا
دیتی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ مَنْ كَانَتْ هِمَّتُهُ مَا دَخَلَ قَبْضَتَهُ مَا خَرَجَ (جس
کی ساری ہمت اس بات پر موزن ہے کہ اس کے پیٹ میں کیا داخل ہو) یعنی خود دوزخ
اس کی قیمت وہی ہے جو پیٹ سے نکلتا ہے، دنیا میں ہر شخص اپنے آپ کو بڑا آدمی
اور باکمال خیال کرتا ہے۔ اب وہ خود اپنا امتحان لے سکتا ہے کہ اس کی قدر و قیمت
کیا ہے۔

رموز عالم در بیان میکین :- میکین یہ ہے کہ تمام منازل و مقامات اور درجات سے
بند ہوا جائے۔ اور کسی جگہ قیام نہ کرے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے۔ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مَكِينًا وَأَتَقِنِي مَكِينًا وَاجْعَلْنِي فِي رُحْمَةِ الْمَسْكِينِ (یا اللہ
مجھے میکین زندہ رکھ، میکین مارا اور مسکین کے ساتھ رکھ) جب سالک اس مقام پر پہنچتا
ہے۔ تو اپنی نیستی کو مستی دیکھتا ہے۔ اس مقام پر زبان بڑی بے گھر ہو تو اَنْتَ قَبْلَ اَنْتَ
(موت سے پہلے مر جاؤ) کی حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے۔

شرح :- میکین سے مراد فیر ہے۔ جس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ منسلک اور نادار ہے بلکہ
مالک و جہان ہے۔ کیونکہ وہ سب متاثر ذات حق میں فنا ہو چکا ہے۔ اور ذات
و صفات حق سے متفق ہو کر بحیثیت مرد کامل پوری کائنات پر حکمرانی کرتا ہے۔ نیستی
کو نیستی دیکھنے سے وہی تمام فنا الہیہ مراد ہے۔ مَوْتُوا قَبْلَ اَنْتَ مَوْتُوا یعنی مرنے سے
پہلے مرجانے کا مطلب یہ ہے کہ خودی کو یا اپنے نفس کو متاثر ذات حق فانی ہو جائے
اور جو نہت جانا نیستی اور فنا کہلاتا ہے۔

رموز عالم در بیان رضاء :- رضاء کا مطلب ہے ہر حال میں خدا تعالیٰ سے راضی ہونا

یعنی اپنے آپ کے ساتھ ناز و نیاز کا جبرنا۔ مضرع
ناز و نیاز با خودی کردن تا شاعر شتر است

اپنے آپ کے ساتھ ناز و نیاز کرنا بہت اعلیٰ چیز ہے،
اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ **اَلْاِخْلَاصُ بِنَاءُ الْاِيْمَانِ** (اخلاص ایمان کی بنیاد
ہے) جب مالک اس مقام پر پہنچتا ہے، ایمان کے پھل کی لذت حاصل کرتا ہے۔ اُس
وقت اس پر یہ آیت پاک **رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ** (اللہ ان سے راضی ہوا اور
وہ اللہ سے) کی حقیقت منکشف ہوتی ہے

شرح: اولیائے کرام فرماتے ہیں کہ مقام رضا، مقام محبوبیت ہے یعنی جہاں اللہ
تعالیٰ بندہ کی رضا طلب کرتا ہے اور ہندہ اللہ کی رضا کا طلبگار رہتا ہے۔ لہذا وہ بجا طور
پر ناز بھی کر سکتا ہے اور نیاز بھی۔

رموز ۳۷ در بیان ایمان :- ایمان یہ ہے کہ غریبے نشان اور ہر وقت فائز سبب
ہے۔ حضرت خواجہ بابا زید شیطانی نے سبحانی ماعظم شافی (میں پاک ہوں) اور
میرے شان بند ہے، کا نعرہ اسی مقام پر گویا تھا۔ جب مالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو
خیم وحدت سے شرابا ظہور کے جام نوش کرتا ہے۔ اُس وقت اُس پر **اَلْمَلِكُ حَيٌّ**
اَلَّذِي لَا يَمُوتُ وَلَا يَمُوتُ (وہ ایسا بادشاہ ہے جو زندہ ہے اور نہ اُسے مینا کی ہے نہ
موت) کی حقیقت منکشف ہوتی ہے۔

شرح: یہاں بھی حضرت شیخ نے مقام فانی اللہ بیان فرمایا ہے۔ یعنی جب مالک
ذات و صفات حق تعالیٰ میں فنا حاصل کرتا ہے۔ **وَاَنَا الْحَيُّ** کا نعرہ لگاتا ہے۔ اور اللہ کی
شان ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ زندہ جاوید ہو جاتا ہے اور ظاہر کا پردہ پریشی کے
باد جو **لَا يَمُوتُ** (لا فانی) مہر جاتا ہے۔

رموز ۳۸ در بیان اخلاص :- اخلاص یہ ہے کہ اپنی خودی سے بھی خلاص
حاصل کر لے۔ جیسے برف پانی میں، اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ سید سبق
المعزود (جو حضرات فرشتوں کے ہیں) وہ میری رہتے ہیں، جب مالک اس مقام

لے مقام فریت سے ادنیٰ مقام ہے یعنی دنیا و ایمان یکو اپنے آپ کے ذرات حق کی تو ایک ہو جاتا اور

کی سیر کرتا ہے تو اس پر مَن عَرَفَ اللہُ کَلَّ لِسَانَهُ (جس نے اللہ کی معرفت حاصل کی اس کی زبان گنگ ہو گئی) کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔
تشریح:- زبان گنگ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اللہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ
وَمَا عَسَىٰ ذَاتُہٗ۔

رموز علیہ در بیان استقامت۔ استقامت کا مطلب ہے قرار پکڑنا۔
(یعنی ذات حق میں پہنچ کر جم جانا) یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اَلِاسْتِقَامَةُ قُوَّةُ الْکَرَامَةِ (استقامت کا درجہ کرامت سے بلند ہے) حاجبِ سالک
اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر آیہ بَسْمِہِ اَسْمُ رَبِّکَ الْاَعْلٰی الَّذِیْ خَلَقَ فِیْہِ وَا
الَّذِیْ تَدْرِیْہِ وَالَّذِیْ اَخْرَجَ النُّوْمَ لِحُجْلِہٖ عَنَادَ اَحْوَالِ اَشْکَارِا ہو جاتی ہے۔
رموز علیہ در بیان تو بہ۔ تو بہ یہ ہے کہ اپنے اختیار سے تو بہ کرے۔ (یعنی یہ نہ
سمجھے کہ میں اپنے اختیار سے کام کرتا ہوں بلکہ ذات حق کو قابلِ شمتی سمجھے) اور جو کچھ گذر
چکا ہے اُس پر افسوس نہ کرے۔ اور جو کچھ کر رہا ہے اس میں کوشش نہ کرے۔ (یعنی
گذشتہ کے متعلق یہ نہ کہے کہ اگر یوں کرتا تو یہ ہو جاتا۔ کیونکہ سب چیز اللہ کے بس میں ہے
اور کوشش نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف منسوب نہ کرے۔ اور ظاہر اور باطن میں
حق پرست رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مَنْ وَدَّ
دَارَہٗ مَنْ فَضِّلَ اللہُ تَعَالٰی خَيْرٌ مِنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلٰیْنِ (جس نے اللہ تعالیٰ کی منہ کردہ
چیز کو ترک کیا، خواہ وہ ذرہ بذر ہو یہ چیز سارے جہان کی عبادت سے افضل ہے) جو
مخلص اس مقام پر پہنچ جاتا ہے مراد پاتا ہے اور اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ مَفَازَ اَحَدٍ اَلْحَقِّ ...
الی آخر کی حقیقت اُس پر منکشف ہوتی ہے۔

رموز علیہ در بیان شکر۔ شکر اور شاکر ہونا یہ ہے کہ شکر سے ممتاس یعنی لذت
حاصل کرے نہ کہ گرو شکر سے۔ دل میں احد سمجھے اور زبان سے ثنا کہے۔ (یعنی تمام احادیث
یا ثنائی اللہ جیسے لائقین بھی کہتے ہیں پر پہنچ کر بھی ثنا کہے، دلی میں ثنا ہو سکتی ہے۔ فنا

۱۔ اس مقدمہ میں اصحابِ استقامت یعنی اصحابِ یقین کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اصحابِ
تکمیل وہ ہیں جو تدوین میں مالِ شکر کو تمام کریں پر غائب ہو جاتے ہیں مالِ بدیہ الی چیز ہے اور مقامِ مستقل

اس کو مُتَاكِل یعنی کھانے والا۔ پیڑ، کہتے ہیں، مُتَاكِل نفس کا اندام ہے۔ اور متوکل نفس کا آقا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہا گیا ہے۔ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ كَمَا بِرِي سَبِيلٌ وَعَلَى نَفْسِكَ مِنَ أَصْحَابِ الْقُبُورِ دنیا میں اس طرح رہ جیسے کہ مسافر یا مکی پر گزرنے والا اور اصحابِ قبور سے استعانت کر، جو شخص اس طرح کا متوکل بن جاتا ہے اُس پر حق تعالیٰ کی یہ کلام صادق آتی ہے۔ جو حق تعالیٰ نے شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی سے فرمائی۔ یعنی فرمایا۔ عبادِ ربِّی اُولَئِیَہِ الدُّنْیَا دَارُ الْمَرْسَلِیْنَ لَا یَطْلُعُ عَلَیْہِمْ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الدُّنْیَا وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاٰخِرَةِ وَلَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَلَا اَهْلِ النَّارِ وَلَا مَلَکٌ وَلَا رِضْوَانٌ خَلَقَهُمْ لَا لِلْجَنَّةِ وَالتَّوْبَةِ وَلَا لِلنَّوَابِ وَلَا لِلْعِقَابِ وَلَا لِلْخُورِ وَلَا قُصُورٍ وَلَا عِلْمَانَ وَطُوبٰی لِمَنْ اَدَامَ وَهْمًا مَّصَابِ الْبِقَا وَالْمَحْرُوقِ نَارًا لِّبَقَا اٰیَاتِہِمْ اَرْرِہِمْ سَلَامٌ کے علاوہ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے مقامات سے نہ اہل دنیا واقف ہیں نہ اہل آخرت، نہ اہل جنت، نہ اہل بہشت، نہ درودِ جنت، نہ درودِ دوزخ، اُن کو نہ بہشت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ نہ دوزخ کے لئے نہ ثواب کے لئے، نہ عذاب کے لئے، نہ حُر کے لئے نہ قصور کے لئے نہ غلام کے لئے، ایسے لوگوں کو مبارک ہو کہ وہ اہل بقا ہیں۔ اور انہیں دوزخ کو جہانے والے ہیں۔

رموز ثقیف در بیان تلقین :- تلقین کرنے یا ہدایت دینے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ طالب کو صوم و سواۃ و دیگر ارکانِ اسلام کی تلقین کی جائے تاکہ کامیاب ہو جائے دوسرا مطلب یہ ہے کہ تلقین کرنے والا طالب کو ذاتِ حق میں ایسا مشغول کرے کہ حق کے سوا باقی نہ رہے یہی وجہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ مَنْ یُرِثْ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰهِ یَجْلِسُ مَعَ الْفَقْرِ اَوْ اَهْلِ فَقْرٍ (جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھا چاہے اُسے فقر و اہل فقر کے پاس بیٹھا چاہیے) حاجبِ مالک

لے حضرت خواجہ گنج بخش نے بیانِ حضرت خواجہ نجیب الدین متوکل سے کہنے نے اُچھا کہ آپ متوکل کہلاتے ہیں۔ آپ نہ خواجہ دبا کہ متوکل نہیں متاکل ہوں (یعنی توکل کرنے والا نہیں بلکہ کھانے والا یعنی پیڑ ہوں۔ یہ کمالِ انکسار ہے۔

کھڑا ہونے کے کئی معنی ہیں۔ اول اس سے مراد ہر دم ہے جو آتا ہے اور قائم ہو جاتا ہے۔ دوم معنی ساحت یعنی گھڑی کے ہیں جس میں قلب کھڑا ہوتا ہے یعنی زندہ ہوتا ہے۔ سوم معنی دل کے ہیں۔ جب دل نکھٹا ہے قائم ہو جاتا ہے۔ اور سارا جہان کام میں مشغول ہو جاتا ہے۔ قیامت کے چوتھے معنی جملہ وقت کے ہیں جس سے مراد ہے اپنے آپ سے جانا۔ جب آدمی اپنے آپ سے جاتا ہے خدا سے مل جاتا ہے۔ اور پھر اپنے آپ میں واپس نہیں آتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول من مات فقد قام قیامتہ (جو مر گیا اس کے لئے قیامت قائم ہو گئی) کا یہی مطلب ہے۔ جب مالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو کُلُّ من علیہا حاجۃ یسئو وجہہ ربک ذو الجلال والاکرام (جو کچھ عباد ہوا سب فانی ہے۔ اور ذات حق تعالیٰ باقی رہنے والی ہے) کی حقیقت اس پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور یہی مقصد حیات ہے۔ اس کے سوا باقی تمام مقاصد بے کار ہیں۔ قیامت کے لغوی معنی قائم ہونے کے ہیں۔ یعنی اس وقت سے کہ جب حق تعالیٰ کا ظہور ہوا۔ واصل حق تعالیٰ کی نہ کوئی ابتدا ہے نہ انتہا۔ یعنی ہمیشہ قائم ہے۔

رموز ۵: قیامت آئی اور چلی گئی۔ واپس نہیں آئے گی۔ باقی عشق بردست قائم ہے۔ جب مالک اس مقام پر پہنچتا ہے اللہ لا الہ الا هو الحق القیوم۔ تا آخر آیت الکرسی کی حقیقت اس پر ظاہر ہو جاتی ہے۔

رموز ۱۵: در بیان دنیا: جان چاہیے کہ دنیا کا مطلب ہے دون یعنی گھسیا چیز پس جو چیز گھسیا ہے وہ دنیا ہے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الدُّنْیَا جِثَّةٌ وَطَالِبُهَا بَلَاةٌ (دنیا مردار جاذبہ ہے اور اس کے طالب کتے ہیں) جب اس کے معنی سمجھ میں آگئے تو انما الدُّنْیَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ (دنیا کھیل تماشہ ہے) کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔ پس طالب پر فرض ہے کہ اس مقام (دنیا کے دون) سے گزرتے اور ایسا گزرے جو گزرنے کا حق ہے۔ اس دست

لے یعنی قیامت نہ ہو چکا ہے۔ اور ہر شخص کو اپنے اعمال کی نذر اور جزا کا دنیا میں مل رہی ہے۔ آنے والی قیامت موجودہ قیامت کی تکمیل ہوگی۔

اَلصَّوْفِي هُوَ اللّٰهُ رُحُوْنُ اللّٰهِ مِیْں گم ہو جاتا ہے) کی حقیقت اس پر آشکارا ہوتی ہے
یعنی مقام فنا فی اللہ حاصل ہوتا ہے)

شرح :- دنیا سے گزر جائے یعنی خود نہ رہے گم ہو جائے ۔

رموز ۵۲ در بیان دین اور جاننا چاہیے کہ دین سے مراد دین ہے اور دین کا
مطلب عین ہے۔ اپنے سے فانی ہو کر ذات حق میں گم ہو جانا اور عین حق
بن جانا) مَنْ نَظَرَ عَلَى اللّٰهِ نَحْوَهُ نَجَّوْبٌ عِنْدَ الْحَقِیْقَةِ جو اللہ کو دیکھتا ہے
در حقیقت نجوب ہے۔ یعنی مجاب میں ہے) کے ہیں معنی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ طَالِبُ الدُّنْيَا مُؤَنَّثٌ وَطَالِبُ عَقْبِي مُذَكَّرٌ طَالِبُ
دُنْیَا مُؤَنَّثٌ ہے اور طَالِبُ عَقْبِي مُذَكَّرٌ ہے) اس سے یہی مراد ہے۔ پس طالب
نرؤا کہ چاہیے کہ دنیا سے جلدی گزر جائے کہ عین حق ہو جائے۔ (غیر حق نہ رہے)
اور جب عین حق ہوا تو مطلق (لا محدود) ہو گیا۔ اس سے وقت آلا ت کما کان
(اب بھی اسی طرح ہے جس طرح پہلے تھا۔ یعنی بجز ذات حق کسی چیز کا وجود نہیں)
کی حقیقت اس پر ظاہر ہو جاتی ہے ۔

شرح :- جو اللہ کو دیکھتا ہے مجرب ہے کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنا بھی دلی
ہے۔ عین ہو جانا دیکھنے سے زیادہ بلند مرتبہ ہے۔ اللہ کو دیکھنے والا عین الیقین
کے مرتبہ پر ہوتا ہے۔ اور عین حق بن جانے والا حق الیقین کا مرتبہ رکھتا ہے۔
جو بلند ترین مقام ہے۔ طَالِبُ دُنْیَا مُؤَنَّثٌ وال حدیث کی ایک عبارت یہ بھی
کتاب حدیث میں آئی ہے۔ کہ دُنْیَا کا طَالِبُ مُؤَنَّثٌ ہے۔ آخرت کا طَالِبُ مُذَكَّرٌ
اور مولا کا طَالِبُ مُذَكَّرٌ ہے۔

رموز ۵۳ در بیان ذکر یاد رہے کہ ذکر کے معنی ہیں یاد کرنا یعنی غفلت
ترک کر کے حق تعالیٰ کو یاد کرنا، حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔ فَادْكُرْ لِيْ اَدْكُرْ لَكَ
(پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرتا ہوں) یہ یاد کرنا دو اقسام پر ہے۔ ایک ذکر
مذہبی، دوسرا ذکر لفظی۔ لفظی ذکر کرنے والا ستر یعنی راز یا حقیقت سے محروم ہے۔
ایک دوسرے کہا گیا ہے کہ مَنْ يَقُوْلُ اللّٰهُ مَعْنَا فَهُوَ مُخَرِّمٌ عَنْ عَشْقٍ (یہ
جو کہے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے عشق کے راز سے محروم ہے) چنانچہ کسی نے کہا ہے

ہی نہیں ہوتی۔ لیکن جو حضرات کو حق تعالیٰ نے جامعیت عطا فرمائی ہے وہ مقامِ فاضل بھی صوم و صلوٰۃ ترک نہیں کرتے۔ یہ مقام بقا باللہ ہے۔ اور عبودیت ہے۔ جو حاصل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابرِ اہل بیت (علیہم السلام) یہ ہے حقیقی لشکر (یعنی واصل باللہ ہو کر بھی مجاہدہ و زیارت ترک نہ کرے) ان حضرات کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **يَا عِبْدِي اَنَا اَقْرَبُ اِلَيْكُمْ** (اے میرے بندے میں ہر چیز سے زیادہ قریب ہوں تجھ سے) جب تک یہ لشکر بھالا تا ہے تو **تَنْحَنُ اَقْرَبُ مِّنْ خَلِيلِ الْوَدِيدِ** (ہم اس کی شد و گس سے بھی قریب ہیں) کی حقیقت اس پر آشکارا ہوتی ہے۔ یعنی یہ آیت اس کا حال بن جاتی ہے۔

رموز ۸۵ در بیان صبر و صابر۔ صبر یہ ہے کہ اس سے یعنی ذاتِ حق سے صبر کرے۔ نہ کہ خود کو اس کے اندر اور اس کو خود کے اندر دیکھے۔

مشح :- ذاتِ حق سے صبر کر کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ذاتِ حق میں فنا ہو کر مستقل مزاجی سے جم جائے۔ اور یہ مراقبہ ترک نہ کرے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ فنا فی اللہ کے باوجود صبر و کوشش سے دوئی میں آکر صوم و صلوٰۃ کی پابندی کرے۔ اگرچہ یہ بات مشکل ہے کہ فنا کے باوجود دوئی قائم کرے۔ لیکن صبر اسی کا نام ہے۔ یہ کام ضرور کرے۔ یعنی ایسا محسوس کرے کہ حق تعالیٰ کے رو برو بیٹھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فنا کو عہد ترک بقا باللہ اور دوئی کے مقام پر جم جائے۔ اور فراق کی لذت حاصل کرے۔ یہ مطلب بھی ممکن ہے۔ درود تہنید و تہلیل و تہلیل و تہنید میں صبر کہتے ہیں۔ یعنی وصل ترک کر کے عہد، بحر و ذوق اختیار کرے۔ یہ مقام عبودیت ہے جو اکابر و اولیاء و صل سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر آیت **مبارک یا ایتھما النفس المطمئنة الرجعی** ... **وَاذْكُرْ خَلْقَ جَنَّتِي** (اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی عزت آؤ۔ راضی خوش۔ عبادت کرو اور جنت میں داخل ہو جاؤ) کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ یعنی نفس اور خود کو قائم رکھو۔ جنتی اور فاضل ہو کر اسے یہ مقام جامعیت ہے جو اسلام میں مقصود امن ہے۔

رموز ۸۶ در بیان توکل۔ توکل یہ ہے کہ غیبت سے پرہیز کرے نہ کہ غیبت پر ہیز کرے۔ یعنی دولتِ اُمیا کو (زیب نہ آنے دے) جو ایک سے پرہیز کرتا ہے اس کو توکل کہتے ہیں اور جو ایک حاصل کر کے اس پر صبر کرتا ہے اور مزید حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا

اس دوسری قسم کی تلقین کو سمجھ لے گا۔ اس کو کاف اللہ ولم یکن معہ شیئاً۔ اللہ تھا اور
 اس کے ساتھ کچھ نہ تھا، اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ (یعنی اہل اللہ خود کو گم دیتے ہیں
 ذات حق میں اور بس حق ہی حق باقی رہ جاتا ہے)۔
رموز الہیہ در بیان تصوف :- تصوف کا مطلب ہے صاف ہونا، ایسا صاف
 ہونا کہ بے خود ہو جائے۔ اور نہ وصل کی خبر رہے، نہ جدائی کی اور نہ ہی خدا کی۔ بِی
مَعَ اللّٰهِ وَتَمَّتْ لَآئِنِہٖ عِبَادَتٌ وَّلَا رِبَّ لَہٗ یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ
التَّصَوُّفُ حَالٌ وَبَيَانٌ (تصوف حال کا نام ہے نہ کہ قال کا) جس کی یہ حقیقت
 معلوم ہو جاتی ہے حروف مقطعات کے معنی سمجھ سکتا ہے (حروف مقطعات سے
 مراد ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ الم۔ الرحمن۔ یسین۔ حم۔ قہقہیں وغیرہ ہیں)۔

۱۔ اس سے مراد بھی مقام فنا فی اللہ ہے جہاں محویت ہی محویت اور حیرت ہی حیرت ہے۔ کسی نے
 خوب کہا ہے۔ نہ از کفر خبر دارم نہ دلم حال ایانم نہ تنم شد جان و جان شد جان جانانم

مناجات

شیخ الاسلام حضرت شیخ ابراہیم اسماعیل عبد اللہ انصاری المعزوت پیر انصار قدس سرہ فرماتے ہیں :-

۱۔ اے زور و تیر بیدار رہا جسے دریاں آئندہ
۲۔ صد ہزاراں بھیجے ہوئی مست در سہر گشتہ
۳۔ سینہ یا بیتم ز سوز ہجر تو بریاں شدہ
۴۔ عاشقانت نعرۃ الفقر و غری سے زند
۵۔ صد ہزاراں عاشقان سرگشتہ بر بیم و امید
۶۔ پیر انصار از شراب شوق خورہ جوئے
تو جہلہ :- اے دوست کہ تیرے در سے عاشقوں کو بسے دریاں یعنی مرہم کی بڑا
رہی ہے۔ یعنی خود تیرا درد ہمارے لئے دریا بن گیا ہے۔ اور تیری یاد درد کے ماروں
کے لئے سرمایہ الطمینان و آرام ہے۔

۲۔ تیرے حسن و جمال اور ناز و انداز کا یہ عالم ہے کہ تمہارا جیسے لاکھوں ہزارت مست
و بے خود ہوئے رَبِّ اَرْغِیْ اُنْظُرْ اِلَیْكَ یعنی طلب دیدار کے نعرے لگا رہے ہیں۔
۳۔ اے محبوب تیرے ہجرت کے کھینچنے جلا کر خاکستر کر دیئے ہیں اور کئی آنکھیں ہجر و زان
میں آنسوؤں کے دریا بہا رہی ہیں۔

۴۔ تیرے عاشق ہر وقت نعرۃ الفقر و غری (یعنی فقر ماری دولت سے) کے نعرے
لگاتے ہوئے تیرے دروازے پر ہا کوبی (یعنی رتھن کر رہے ہیں۔

۵۔ لاکھوں عاشق تیرے دیدار کی تمناؤں خونت و امید کے درمیان پھکیاں سے رہے ہیں اور اللہ
الہ کے نعرے لگا رہے ہیں۔ ۶۔ پیر انصار کے چوکھ تیرے شراب شوق کا ایک گھوٹ پی یا ہے
اس مستی میں مجنوں کی طرح دیوانوں میں مست و حیران پھر رہا ہے۔

- ۱۔ اے رحیم کہ پوشیدہ عطائی
- ۲۔ اے صمد کہ ازاد اک ماحدائی
- ۳۔ اے خالق کہ راہ مہائی
- ۴۔ جان مارا صفائے خود وہ
- ۵۔ چشم مارا صفائے خود وہ
- ۱۔ اے کریم کہ بخشندہ عطائی
- ۲۔ اے احد کہ در ذات صفات بے بہائی
- ۳۔ اے قادر کہ خدائی را سزائی
- ۴۔ دل مارا ہوا اے خود وہ
- ۵۔ مارا از دوسے رحمت آں وہ کزائے

یارب دل مارا وہ اس بندہ چہ نازد با یکتا بیت

ترجمہ :- اے رحیم تو خطا پوش رحمت کرنے والا ہے۔ اے کریم تو نسبت بخشنے والا ہے۔ ۲۔ اے صمد اپنے نیاز تو ہمارے عقل و فہم سے بالاتر ہے۔ اور اے احد تو ذات و صفات میں بے مثل ہے ۳۔ اے خالق تو ہماری راہنمائی کرنے والا ہے۔ اے قادر تو خدائی کے لائق ہے۔ ۴۔ میری روح کو صفائی بخش اور میرے دل کو اپنی محبت عطا کر ۵۔ میری آنکھوں میں اپنا نور عنایت فرما اور ہمیں وہ نعمت عطا کر جسے تو بہتر سمجھے۔ یارب اس بندہ کو کیا معلوم کہ اس کے حق میں کیا بہتر ہے۔ بیت :-

دائندہ تویی ہر آنچہ خواہی آں وہ غدر مار بپذیر و عیب ما مگر
 (تو بہتر جانتا ہے کہ کیا بہتر ہے اس لئے وہی نے تو تیری نگاہ میں بہتر ہے۔ میرے
 گناہ معاف کر اور عیب پوشی کس الہی میں نے اپنی عمر برباد کی ہے۔ اور اپنے
 ساتھ بیدار (ظلم) کیا ہے۔
 الہی اس خطرناک جنگل میں مجھے راستہ دکھا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر تیرے گھا میرے لئے
 چلے پناہ نہیں۔

الہی میں اپنی بُرائی سے پریشان ہوں تو اپنی خدائی سے مجھے معاف کر۔
 الہی میری توحید کی بنیاد کو تباہ نہ ہونے دے۔ اور میری اشیہ کے بارغ کو بے آب کر۔
 الہی جس کسی کے دل میں ترسے بارغ محبت پیدا کیا ہے اُسے اس بارغ سے پھل
 کھانے کی ترفیق عطا کر۔

الہی تیرے بغیر کسی کو شادی (خوشی) نہیں، اور سوائے تیرے آزادی نہیں۔
 الہی جس کسی نے تجھے پہچان لیا تیرے بغیر کو اُس نے پھینک دیا۔

الہی وہ دل دے جو تیرے لئے جان پر کھیل جاتے اور وہ جان دے جو تجھے پر جان ہو۔
 الہی وہ یقین دے جو حرص کے وقت کام آئے۔ اور وہ قناعت دے جو حرص کو ختم کر دے۔
 الہی یہ پاؤں پکڑے کہ ہمارا ماتھے پکڑنے والا کوئی نہیں اور اپنی درگاہ میں قبول کر کے گزارے۔
 الہی یہ نہ پوچھ کر کیا لائے ہو اور یہ سوال نہ کر کہ کیا کام کئے ہیں کیونکہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔
 الہی ہماری عاقبت خیر کر تاکہ دنیا کو چھوڑ سکیں اور عمل کی توفیق عطا کر کہ مضبوط ہو جائیں۔
 الہی گناہوں سے ہمیں بچا تاکہ ہم پریشان نہ ہوں اور راہ راست دکھاتا کہ سرگرداں ہوں۔
 الہی تو ہماری مدد کر کیونکہ دوسرے مدد نہیں کرتے اور تو نوازش فرما کہ دوسرے تنگ کرتے ہیں۔
 الہی وہ دل دے جو تیری طاعت میں سرگرم رہے اور وہ توفیق طاعت دے جو جنت کی طرف
 لا پہنچائی کرے۔

الہی وہ عقل دے کہ جس میں حرص نہ ہو اور وہ عمل عطا کر جس میں ریا نہ ہو۔
 الہی وہ آنکھ عطا کر جو تیری ربوبیت کے سوا نہ دیکھے اور وہ دل دے جو تیری عبودیت
 کے سوا پسند نہ کرے۔

الہی وہ نفس دے جو تیری غلامی قبول کرے۔ اور وہ جان دے جو تیری محبت میں قائم رہے۔
 الہی تیری طلب ہماری تمنا ہے اور تیرا حصول وصول ہمارے پس کی بات نہیں۔
 الہی تیرے کشتہ سے خون نہیں آتا اور جسے تو جلائے وہ جلتے میں خوش ہے۔
 الہی تجھ سے ایسے گناہ سرزد ہوتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ کے دوست علیکین اور دشمن خوش ہوتے ہیں۔
 الہی دشمن کو خوشش اور دوست کو غمگین نہ کر۔

الہی تو ایک دفعہ بنائے تجھے اپنا بندہ اور میں خوشی میں عرش سے بھی گزر جاؤں خندہ
 الہی جو کچھ تو نے کاشت کیا ہے اُسے پانی دے۔ اور جو عبد اللہ و عبد اللہ انصاری
 نے کاشت کیا ہے اُسے خراب کر۔

الہی اگرچہ میں ایک کڑا قیل ہوں پھر بھی تیرے باغ کا ہوں اور اگرچہ مجرم ہوں
 تیرا غلام ہوں۔

الہی میں دشت حیرانی میں پیادہ ہوں۔ تو مجھے سفر کے لئے سواری عطا کر۔
 الہی اگرچہ میرا رستہ کچھ (نیڑھا) ہے۔ اپنی عنایت سے مجھے کوہلے پہلے لگا۔

قطبہ

پہلو سے دل و دم رہنا ہے تو زندہ رہاں : در تن من نفس برائے تو زندہ
 لنگہ بہ سر خاک من گیا ہے رویدہ سر پر گدے و نائے تو زندہ
 (میرادل ہر وقت تیری رضا کا طلبگار ہے اور میری جہان تیرے لئے ہر وقت
 قربان ہو رہی ہے۔ قبر پر میری خاک کے اوپر جب کوئی پروا اٹکتا ہے تو اس کے پھنوں
 سے وفا کی بُرائی ہے)

الہی تو نے حکم دیا کہ یہ کام مت کرو۔ اور کرتے دیا۔ اور فرمایا یہ کام کرو اور نہ کرتے دیا۔
 الہی جس جھنڈے کو تو نے بلند کیا ہے اُسے نیچا دکھا۔
 الہی تو فرما نہ اردوں کو معاف کرتا ہے اور گنہگاروں پر غصے ہوتا ہے اس کے کیا معنی،
 (یعنی جو نیک ہے وہ خود بخود مستحق عطا ہے اور جو بد ہے وہ خود بخود بدی
 کا مستحق ہے)

(رباعی ہے :-)

میں بندہ عظیم رضا ہے تو کجا است تار یک دم توڑ منائے تو کجا است
 مارا ہیشت اگر لطافت بدی آں مع بود لطافت عطائے تو کجا است
 (میں بندہ گنہگار ہوں تیری رضا کہاں ہے۔ میں سیاہ دل ہوں نیز انور کہاں ہے۔ الہی اگر
 تو طاعت کے بدلے مجھے ہیشت عطا کرتا ہے تو یہ تجارت ہوئی۔ تیری عطا کہاں ہے۔
 الہی اگر تو دوسروں کو نکال کر مجھے ہیشت میں ڈالتا ہے تو مجھے ایسا ہیشت پسند نہیں۔

(رباعی ہے :-)

اگرچہ مشک از فرخش نسیم است دے جان بخش چوں پدیت ندارد
 مقام خوب و دلکش است فردوس ویکان رودنی کویت ندارد
 (اگرچہ مشک بہت خوشبودار چیز ہے۔ لیکن جب تیری خوشبو سے محروم ہے تو
 کیا نازہ اگرچہ ہیشت بہت دلکش مقام ہے لیکن اسے عجیب تیرے کو چاہی ہی رودنی نہیں
 رکھتا)

الہی جہاں فقط تیرا ہے اور باقی سب بد صورتی ہے۔ اور زاہد لوگ ہیشت کے مزدور ہیں۔

الہی اگر تو مجھے دوزخ میں ڈال دے تو میرا کوئی دعویٰ نہیں۔ اگر بہشت میں بھیجے تو
تیرے بغیر مجھے بس کی تمنا نہیں۔ کاش کہ عید اللہ پیر افشار خاک ہوتا اور صفحہ بہشت پر
اس کا وجود نہ ہوتا ہے۔

شب آمد و نیا د از من کارے امروز من نہ شد گرم بازار سے

فردا پر دم بے خبر از ہر کارے تادمہ پیہو سے انہیں بیارے

دن گذری اور رات آگئی لیکن مجھ سے کوئی نیکی کا کام نہ ہوا اور سارا دن بیکار گیا۔
کل بھی اسی طرح بیکار جائے گا۔ مجھ سے زیادہ زیادہ کوئی نہ آیا ہو گا۔

الہی ابو جہل کعبہ سے آیا ہے اور ابراہیم بت خانہ سے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کام تیرے
فضل سے ہوتا ہے باقی سب بھانہ ہے۔

الہی اگرچہ تیرا نور طاعت میں ہے لیکن کام تیری عنایت سے بنتا ہے۔
آنچہ کار عنایتِ خدا باشد فسق آخر کار پارمائی باشد

(جب نجات کا دار و مدار عنایت پر ہے تو پھر گناہ بھی پارمائی ہے۔)

الہی دولت مند لوگ اپنی دولت میں مست اور درویش اپنی قسمت پر نازاں ہیں۔

الہی لوگ مست شراب میں اور میں مست ساقی ہوں (اس لئے) ان کی مستی فانی اور

میری باقی ہے۔

مست تو ام زند جبرۃ جام آزاد ام مرغ تو ام از دانہ و دام آزاد ام

مقصود من از کعبہ و بت خانہ توئی ورنہ من از ہر دو مصتام آزاد ام

رضی تیرے حسن و جمال میں مست ہوں اور شراب بہ نیاز ہوں تیرا عاشق وہ

مرغ ہے۔ جو دام اور دانہ سے آزاد ہے۔ کعبہ اور بت سے میرا مقصود تو ہے

لیکن دراصل میں ان دونوں سے آزاد ہوں یعنی ان کا طالب نہیں ہوں۔ تیرا طالب ہوں

الہی مجھے اپنی ناجزی کا احساس ہے اور اپنی بے کسی پر خود گواہ ہوں۔ میری خواہش

تیری خواہش ہے۔ اب میں کیا خواہش کر سکتا ہوں میری رضا تیری رضا ہے۔ اس لئے

خواہش کا کیا کام؟

الہی جب تیرے پاس آتشِ رازق تھی تو آتشِ دوزخ کس لئے پیدا کی۔

اب جوئے ہوئے دل کو کیا بے نہ کر۔

ابنی اس پردہ چاک شدہ کو پاک نہ کر اور اس بندہ آزمودہ کو نہ آ رہا۔
 ابھی جو گناہ مہوتا ہے تو اسے عبد اللہ کے نام پر بخوبی پتا ہے اور ہر دل کو عبد اللہ
 کا مقام دیتا ہے۔

ابھی حبیب کام کی طاقت تھی تو تیرا علم نہیں تھا جب تیرا علم پُر تو طاقت نہ رہی
 ابھی اپنے نام اور اپنی سعادت کے صدقے میری فریاد سن کیونکہ تو اس کتاب سے
 میں چاکشی کہ دادی تمام کن دیں برتن کہ بندی مدام کن
 یہ نعمت جو تو نے دی ہے اسے پورا کر اور یہ چمک جو تونے فشا کی ہے اسے
 دوام بخش

اے عزیز یاد رکھ کہ دنیا جائے غرور اور مقام سرور ہے۔ دنیا زہر قائل ہے۔
 دی دنیا جسے حضرت ابراہیم بن ادھم نے طلاق دے دی نیز دنیا خانہ بیدار اور
 راندہ جنید بغدادی ہے یعنی جنید بغدادی نے اسے ترک کر دیا، اس کی شرب تلخ
 اور معنویب شقیق مانے ہے یعنی حضرت شقیق بلخی نے اسے لات مار دی ہے، دنیا
 سر سر غفلت اور پیرای ہے جو ملعون بایزید بسطامی ہے۔ یہ دنیا خور پرست کم ہست
 لوگوں کا سرور اور شیخ ابو سعید ابوالخیر کی مردود ہے۔ دنیا بد بختوں کی محبوب ہے۔
 اس کا طالب ذیل اور اس کی دولت قلیل ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قلیل متاع
 الدنیا قلیل (کہہ دو کہ دنیا کی دولت قلیل ہے)

اے عزیز قبرستان پر نگاہ کر اور دیکھو یہ تمام قبریں ان ماذنبنوں کی ہیں جو دولت
 جمع کرنے کے لئے جوش اور حرص و ہوا میں خود کش کرتے تھے۔ جو سونا چاندی کے
 ڈھیر لگاتے تھے۔ اور جو اہرات سے برتن بھرے رکھتے تھے۔ جو ہزار چیلے دہانے
 کرتے تھے۔ اور جمع خزانے کرتے تھے۔ خود مر گئے۔ اور حسرت لے گئے۔ دولت
 کے ڈھیر چھوڑ گئے۔ اور اس کا غم اپنے دل میں بے گئے۔ انھوں نے اپنے دن پر جو تارے
 لگا رکھے تھے وہ آخر موت نے اکڑ توڑ دیئے۔

اے عزیز موت سے ڈرا اور ابھی امیدیں چھوڑ لے۔ ورنہ افسوس کرے گا۔ اور
 دوزخ میں رہے گا۔ تجھے جاننا چاہیے کہ تیرے درست جو اس جہان سے جا چکے ہیں۔
 تجھے پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اے غافل جوڑا! اور اے نامراد بھڑا! آؤ دیکھو کہ ہم کس

سوئے ہوئے ہیں۔ اور ہمارے چہرہ پر مٹی ہے۔ تم جیسے عجب چمکے ہو۔ ہم بھی
 تمہاری طرح عیش و عشرت میں غرق تھے۔ اور فرسے کی زندگی بسر کرتے تھے۔ آخر
 ہم نے اجل کا شر بہت پیارا اور دنیا کی بے وفائی کا پھل کھایا۔ ہماری ہستی اور ہماری دین
 خاک میں مل گئی۔ نہ مال و دولت ہمارے کام آیا نہ اہل و عیال مدد کر سکے۔ اب
 ندامت ہی ندامت ہے۔ نہ مال ساتھ ہے نہ عیال ہے۔ نہ مکان ساتھ ہے
 نہ زمین پاس ہے۔ نہ کوئی دوست ہے نہ مددگار نہ کوئی آواز دے رہا ہے نہ آواز
 سُنا ہے۔ دنیا کا عیش و عشرت سب خاک میں مل گیا ہے۔ اور میرا گوشت کمزور
 کے نصیب میں آ گیا ہے۔ جب کام کرنے کی طاقت تھی، ہم نے پرواہ نہ کی۔ اب
 پریشانی اور پریشانی میں مبتلا ہیں۔ جب کام کرنے کا وقت تھا، آخرت کمانے کا موقع
 تھا۔ ہم نے کچھ نہ کیا اور یاس و حسرت ساتھ لے کر چلے گئے۔ اب جیکے سب راستے
 بند ہو گئے ہیں اور کوئی پرسان حال نہیں۔ اب تم آؤ اور ہماری حالت دیکھو۔ نہ
 اب ہمارا نام بات ہے۔ نہ اجسام، ہمارے جسم گل گئے ہیں۔ ہماری ہڈیاں ٹر چکی ہیں۔
 ہمارا خانہ خراب اور ہماری ہستی راباب بن گئی ہے۔ ہمارے بستر پر دوسرے سو
 رہت ہیں۔ اور ہم غائب ہیں۔ اب ہمارے چہرہ پر خاک اور ذلیل رویت ہے۔ ہمارے
 دانت نکل آئے ہیں۔ اور زبان گل گئی ہے۔ ہمارے اعضاء ٹوٹ گئے ہیں۔ ہماری روح
 جسم سے نکل گئی ہے۔ ہماری خاک سے گھاس اگ رہا ہے۔ ہم قعرِ مذلت میں ہیں۔
 اور تم خوابِ غفلت میں۔ لَوْ فِي ذَالِكَ لَعِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ دے عقلمندو،
 اس سے عبرت لیں کہ وہ

اے عزیز، عقلمندی کی علامت یہ ہے کہ دل دنیا سے نہ لگائے اور غفلت،
 نہ لگ کر دے۔ اور دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اپنی عاقبت سنیا کر لے۔
 رہا مجھے ا۔

حساب امروز کن فردا چه حاجت	اگر خدائی ایک سرنج است
مرا نی از تو ایس تا جہ راحت	ہم اکٹوں حکم کن علیہا
کو نہ گذشت از عہدیاں مر حاجت	ترا پر ہنر ناید چند گاہے
دگر اب اندھیرا ہے تو ترے پاس چراغ جی ہے۔ زندگی کا حساب آج کر لے۔	

نہی پر نہ چھوڑا، ابھی سے حساب کتاب بنھال: کیونکہ کل تیر تخت و تاج اور آرام و راحت چھین جائے گا مانسے اہل جاہ و حشرت ہر وقت بازار میں رہتے ہو، اور مسجدت دور بھل گئے ہو۔ رات دن گناہ میں غرق ہو۔ جوانی میں شرم کمزور نہ بڑھائے میں ندامت ہوگی: موت تیرا انتظار کر رہی ہے۔ اور قبر تیرے لئے جگہ بنا رہی ہے۔ تو نے رب العالمین کے سامنے آنا ہے۔ تو غم دنیا میں ڈوبا ہوا، اور غم آخرت سے غافل ہے۔

نظم :-

دلا درکار حق سے کن نظر	کہ در راہ تو سے بیم خطر
کشا از خواب غفلت چشم بام	گوش ہوش بشنوائیں خبر
نگرد حیل گورستان ناکندہ	نریک تیر قضا جملہ سیر
معاصی نہ سہر تبرستان نمودہ	یکام نفس تو ہم چو شکر
بشائیں مہر دیاں در بن خاک	کہ بشتاں در جہاں ماندہ اثر
گدز گاہست این دنیا سے فانی	باید مرد عاقل بر گذر
چوں در پیش است مرگے پیر انصار	تاشائے جہاں کن در سفر

دل سے عزیز حق تعالیٰ کی قدرت کا تماشا دیکھ۔ تیرے راستے میں بڑے خطرات ہیں۔ خواب غفلت ترک کر، آنکھیں کھول۔ اور گوش ہوش سے یہ باتیں سن۔ قبرستان میں نظر کر اور دیکھ کہ تیر قضا کے سامنے سب لوگوں نے سب تسلیم غم کر لیا ہے۔ گناہوں کی نہر تیرے حلق میں شکر بن چکی تھی۔ دیکھ کہ بڑے عظیم الشان اور خوب روئے بڑا شاخ خاک میں ایسے مل چکے ہیں کہ اب اس کا نام و نشان نہیں ہے۔ اسے پیر انصار جب موت کا سفر درپیش ہے۔ تو سفر کی تیاری کر۔ اور جہان کی سیر کرتا جا۔

لے عزیز جاتا چاہیے کہ دنیا آتی جانی سرتلے سے۔ اور آدمی کو موت درپیش ہے۔ قبر کا ایک ہے اور اس کا رستہ باریک۔ افسوس ہے اس پر کہ جس نے ایمان کا چراغ ہاتھ سے جانے دیا۔ اور گناہوں کا بوجھ پیٹھ پر رکھ کر چلا گیا۔ پھر کیا ہوگا۔ مرنے والے آپ کو درخ میں پائے گا۔

مگر نہ وہ فقیر ہے شے بیرون تازد
 از تیر سخت کمان چو سخته تری
 خدر ہے کن ازاں مادک سحر گاہے
 بوقت نیم شبی گم یگوید اِلّا اللہ
 ہزار دشنہ کشیدہ بہت تیغ زہر آلود
 ہزار جوش پولاد تر جوشی تو
 نماز پر سر منظم سکن عالم
 درون سینہ مجروح بے نوا خراش
 اگر غن بکند مائل و ستم دیدہ
 چو نائے زمان نماز عبد اللہ

فغانِ رونا لیسش اندازد
 ز سوز سینہ برین کہ دگر اندازد
 کہ گم بکوبہ زندر کوزے در سازد
 ہزار ہچو ز فغان و مان ہر اندازد
 برائے گردن آنکس کہ گردن افزاد
 لا اہ گم فقیر سے چو سوم نگہ ازد
 کہ دست فتنہ ایام بر سر تازد
 بدانکہ روز جزا تیر بر تو بردازد
 جزا دہند ترا در جہنم اندازد
 کہ گم حسی یزید کردگار بنوازد

د یاد رکھو کہ جب کوئی فقیر رات کو آٹھ نکالتا ہے تو اس کی فریاد عرش پر پہنچ جاتی ہے۔ اس تیر سخت کمان سے تو کیوں نہیں ڈرتا۔ کہ اس کے سینہ کے سوز سے نیزے برآمد ہوتے ہیں۔ اہو سحر گاہی سے خوف کہ کیونکہ اس سے پہاڑ میں بھی سوراخ ہو جاتا ہے۔

اگر فقیر رات کے وقت اِلّا اللہ کا نعرہ لگائے، تو ہزاروں لوگوں کے فغان و مان پر باد ہو جاتے ہیں۔ تہر الہی کی تلواریں ہزاروں شخص کو ہزار زخم لگاتی ہیں جو گردن اور نچی کرتا ہے۔ اگر تو فلاں سے بخی ہوئی تیر از رو بھی پہن لے جیب بھی فقیر کی آد سے موم بن جائے گی۔ مظلوم پر ظلم کر کے نماز مت کہ ورنہ فتنہ ایام کی ضربیں تیر سے سرریگیں لگے گی۔ کس اور بے نوا مظلوم کا دل مت دکھا۔ ورنہ قیامت کے دن تیر پر تیر کھائے گا۔ مگر مظلوم اور ستم رسیدہ نے کچھ معاف نہ کیا تو قیامت کے دن تجھے دوزخ میں ڈال جائیگا۔ اے عبد اللہ تو زمانے کے دکھ سے مت گھبرا، اگر تو بے گناہ ہے تو حق فغانی نرازش فرمائے گا۔

اے عزیز کو شش کر تاکہ تو مرد اور صاحب درد ہو جائے۔ اور درد لیٹوں کی برکت سے اور ان کی عزرات کی برکت سے تیرا چہرہ زرد اور دینا کی محبت سے تیرا دل سرد ہو جائے۔

خواب تو دینِ رواں مرد سے گردی و اندرہ عشقِ صاحبِ در سے گردی
 روزِ ثبالتِ بگر مرداں سے گردی مرے گردی چو گردِ مرداں گردی
 (اگر تو چاہتا ہے کہ دنیا میں مردِ کامل بن جائے اور راہِ عشقِ مولا میں صاحبِ
 در ہو جائے تو رات دن جواں مردوں (کالمیں) کی صحبت میں بسر کر، ان کی صحبت
 میں مرد بن جائے گا، جانتا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے ایک ظاہری کعبہ بنایا ہے جو آبِ
 و ہل سے مرکب ہے اور ایک باطنی کعبہ بنایا ہے جو جانِ دل پر مشتمل ہے۔ ظاہری
 کعبہ حضرت خلیلؑ کا بنا کر دیا ہے اور باطنی کعبہ ربِّ جلیل کا۔ ظاہری کعبہ مومنین کا
 منظور نظر ہے اور باطنی کعبہ عاشقین کا ہے۔

در راہِ خدا دو کعبہ آمد منزل یک کعبہ صورتِ است یک کعبہ دل
 تا توانی زیارتِ دلہا کنی کہ افزوں ز ہزار کعبہ باشد یک دل
 (اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے دو کعبے ہیں۔ ایک کعبہ آب و ہل، دوسرا کعبہ
 دل۔ جہاں تک ہو سکے تو کعبہ ہائے دل کی زیارت کر، کیونکہ ہزار ظاہری کعبے
 سے ایک دل بہتر ہے)

اے دوست، دنیا آرائش یکہ آزمائش کی جگہ ہے۔

یکے را بہت دنیا دیگرے را بہت دوست اے جان من فدائے آنکس کہ بہتش بہت دوست
 (کوئی دنیا کا طالب ہے کوئی دوست کا۔ میری جان اس شخص پر ہے جو حق کا طلبگار ہے)
 طالبِ دنیا نے خود (شرابی) ہے، طالبِ عقیقِ مزدور یعنی تجارت پیشہ ہے۔ اور
 طالبِ مومن مسرور (خوش نصیب) ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ دوست تک اس وقت
 پہنچو گے جب اپنے آپ سے رٹائی چلی کر دو گے۔ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ دوست
 کی محبت میں مست رہو، دل شکستہ اور زبان خاموش رکھو، صحیح سلامت گھر سے
 کو باہر میں اٹھاتے ہیں، لیکن شکستہ کو گندے پر (یعنی دل شکستہ کی زیادہ تندر و قیمت
 ہے، لہذا اگر دل شکستہ رکھتے ہو تو خوش ہو جاؤ۔ اگر نہیں رکھتے تو کوشش کرو،
 بھولیں ہو کر رہو، خار نہ بنو۔ دوسروں کی عزت کرنا اسلام ہے اور اپنی عزت کرنا
 کفر ہے۔ اگر دوست اہل ہے تو کام سہی ہے۔ کیونکہ ناپل کی صحبت عذاب ہے۔

رباعی ہے :-

صد سال اگر در آتش محل است آن آتش سوزندہ مرا سہل است
بامردم ناہل مبادا صحبت کہ مرگ بتر صحبت ناہل است
اگر مجھے سو سال آگ میں رہنا پڑے تو میرے لئے نااہل کی صحبت سے یہی بہتر ہے
خدا کرے مجھے نااہل کی صحبت نہ ملے، کیونکہ اس سے موت بھل ہے !

اگر اس کرپے میں کوئی عارف حیرانِ ہیبت کا طلبگار ہے تو اس کی طہارت و
معرفت ٹوٹ گئی۔ اگر کوئی درویش اللہ سے فیزاللہ کو طلب کرے، تو کیا ملے گا۔
رباعی ہے :-

خواہی کہ سیرجان آگاہ شوی اسرارِ دل شہنشاہ شوی
گم کن خویش از ہستی، شیخ بے خود اینجا دانا اللہ شوی
اگر تو حقیقتِ دل سے آگاہ اور شہنشاہِ حقیقی کے اسرار و رموز سے واقف ہونا چاہتا
ہے تو اپنی ہستی کو گم کر دے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح (درخت سے) اپنی
اناللہ (میں تیرا رب ہوں میری عبادت کر) سن سکے گا۔

اے عزیزِ ہیبت محض بہانہ ہے، اصل معقود صاحبِ خانہ اللہ ہے، کام
نہ نماز سے بنتا ہے نہ روزہ سے بلکہ دلِ شکلی سے بنتا ہے، خلقِ خدا کی دہمبوئی
میں کوشاں رہ اور لوگوں کی عیب پوشی کر۔ دین کو دنیا کے عوض نہ بیچ جو شخص ان
دس خصائل پر عمل کرے گا دنیا و آخرت میں سرفراز ہوگا، وہ یہ ہیں :-

حق تعالیٰ کے ساتھ صدق، اپنے نفس کے ساتھ سختی، خلق کے ساتھ انصاف
بزرگوں کے ساتھ جذبہ خدمت، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کی عزت، درویشوں
کے ساتھ سخاوت، دوستوں کو نصیحت، دشمنوں کے ساتھ علم، جاہلوں کے ساتھ
خاموشی اور مالموں کے عاجزی۔

کبھی تے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حضرت کے شیخ) سے پوچھا کہ
آپ دنیا کے حق میں کیا فرماتے ہیں، آپ نے جواب دیا کہ فرمایا، دنیا کے حق میں
اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں کہ محنت سے اچھا آتی ہے اور صحبت کے ساتھ
جاتی ہے، اے عزیزِ زندگی کو غنیمت سمجھ، نفس سے نجات عبادت ہے، موت

کو یاد کر۔ نادان کو زندہ نہ سمجھ۔ نفس کی مراد اپوری نہ کر۔ زاہد خشک کا معتقد مت ہو۔ خود پرستی کو بزرگی نہ سمجھ، ہر کام میں اللہ سے مدد طلب کر۔ دوست کے دشمن سے خوف رکھ۔ مغرور نادان سے پرہیز کر۔ اپنے پیسوں پر نظر رکھ۔ اور دوسروں کی عیب جوئی نہ کر۔

زیادہ ہے :-

اندر جو حق تصرف آغاز کن
چشم مدد خود بہ عیب کس باز کن
بہر ہر بندہ خدا سے دانند
خود او دیریں عیانہ اناز کن

دراہ حق میں تصرف یعنی زیادتی نہ کر۔ دوسروں کی عیب جوئی میں آنکھ مت کھول۔ ہر شخص کا راز خدا جانتا ہے۔ تو اس میں دخل انداز نہ ہو، سچائی کے سوا بات نہ کر۔ طلب روزگار میں جلدی نہ کر جب تک کوئی حوالہ نہ کرے۔ جواب نہ دے جب تک کوئی نہ بلائے مت جا۔ جس چیز کا کوئی خریدار نہیں اُسے مت فروخت کر۔ کسی شخص کی دولت پر قبضہ نہ کر۔ نہ کئے ہوئے کام کو کیا ہوا بمت جان۔ دل کو شیطان کا کھانا مت بنا۔ ہر شخص کا کھانا مت کھا۔ بلکہ ہر شخص کو کھانا کھلا، نفس کی اطاعت سے پرہیز کر۔ دشمن اگرچہ کتنا حقیر ہے اسے کمزور مت سمجھ۔ نادانیت کو مہرا سفر نہ بنا۔ اپنے کم رزق کو دوسروں کے بہت رزق سے زیادہ سمجھ بیکار غم مت کھا۔ (یعنی یہودہ چیزوں کی فکر نہ کر) لوگوں کو آزار نہ پہنچا۔ یہی خدا کی دوستی ہے۔ اپنے آپ کو اپنے حال سے غافل نہ کر۔ دنیا و آخرت کی سعادت اس میں ہے کہ دانائی صحبت اختیار کرے۔ اور نادان سے پرہیز۔ سخاوت کی طاقت اللہ دہشوں کی محبت پر فخر کر۔ خدا کے حکم سے راضی رہ۔ خوش خلق اور کم آزار بن جو چیز اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ دوسروں کے لئے پسند نہ کر۔ اگر خوشی چاہتا ہے تو محنت کر۔ اگر مراد طلب کرتا تو ہار بن اور سچی محنت کر۔

عیب است بزرگ پر کشیدن خود را
وز جلا برگزیدن خود را

اپنے آپ کو بزرگ یا بڑا آدمی سمجھنا اور سب سے اوپر جانا عیب ہے۔ ہر شخص کو ایک آنکھ سے دیکھ۔ کسی کی سخت کلائی سے دل تنگ نہ ہو۔ بندہ دوسروں نہ بن۔ دولت پر فریفتہ نہ ہو۔ تندرستی کو غنیمت جان۔ ہزار دوست سے ایک

دشمن زیادہ سمجھ لوگوں پر بھروسہ نہ کر، بزرگوں کی عزت کر، دولت پر فخر نہ کر، گناہ سے دور بھاگ، نیاز مندوں پر سختی نہ کر، درویشوں کو ناامید نہ کر، مومنوں کی صحبت براری کو سعادت سمجھ، نیکی کو بدزبانی سے پر یاد نہ کر، لوگوں کی بُرائی کے کاموں میں مدد نہ کر، لوگوں کو جھوٹے وعدے سے کراٹھ نہ کر، کسی کے علم پر خوش نہ ہو۔ جو ان مردوں سے واقف ہو کر، جانتا چاہیے کہ تین چیزیں باعثِ رنج و الم ہیں۔ ہر چیز اُس کے وقت سے پہلے طلب کرنا۔ اپنی قسمت سے زیادہ مانگنا۔ دوسروں سے طلب کرنا۔ جب تیرا رزق دوسرے کے رزق سے الگ ہے تو پھر دوسروں سے کیوں توقع کرتا ہے۔ دولت مند سے کچھ طلب نہ کر اور دنیا کی جگہ ایمان طلب کر، افسوس ہے ان لوگوں کی حالت پر جو رات دن خواب غفلت میں مست اور غرور میں غرق ہیں، نہ کچھ جانتے ہیں نہ دیتے ہیں۔ اپنے خدا سے دور اور کل کو ہاشندہ قرار دے رہے ہیں۔ عمر دنیا سے دون کی طلب میں ضائع کر رہے ہیں۔ اپنی حالت زار پر افسوس نہیں بہاتے، رات کو خواب غفلت میں اور دن شراب و لذت میں مست ہیں۔ اپنے قیمتی وقت کی قدر کر، کہ کس طرح گزرتا ہے۔ تو بچپن میں بے عقل تھا، اور جوانی میں مست ہے۔ اے فاضل خدا کی کس طرح عبادت سرگیا فرمائی کیا ہی اچھی چیز ہے۔ کیونکہ جہاں تو جاتے گا، کوئی نہ کہے گا کہ کیوں آیا، اگر تو راہ حق پر آنا چاہتا ہے تو دروازہ کھلا ہے، اگر نہیں آتا تو خدا کو پڑا ہے۔ اگر تو دنیا کو دوست رکھتا ہے تو اُسے خرچ کر دے تاکہ باقی نہ رہے، اگر تو اُسے دشمن جانتا ہے تو اُسے کھا جا، تاکہ باقی نہ رہ جائے، گذرا ہوا وقت پس نہیں آتا، اور کل پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، زمانہ حال کو شمیمِ جان، اگر تو پانی پر چل سکتا ہے تو ٹھکی سے اور ہوا میں اڑ سکتا ہے تو ٹھکی سے زیادہ وقت نہیں رکھتا۔ اپنے دل کو قیصری میں رکھ، تاکہ بزرگی حاصل کر سکے۔ بیت۔

اُن شریفی کہ حیدرِ کراز
کا فراں کشتِ قلہ بکشاں
تا بدادہ سے فرس اُن جویں
بہندہ آیتِ خدائے نعرستاد

ابنِ راستے میں مردِ بن کر رہ۔

دعائے مستجاب، حضرت اویس قرنیؓ، حضرت خواجہ اویس قرنیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دعا برائے ادائیگی نماز ٹائے قضا۔ جس شخص کی بہت نمازیں قضا ہو گئی ہوں
یہ دعا ہر روز تین مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ کے کرم اور اس دعا کی برکت سے
کفارہ ہو جائے گا۔ دعا یہ ہے :-
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
صفحہ ۲۵ عبارت نمبر ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ شَكَرُ الْمَخْلُوْقَاتِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
بِرَبُّوْنِیْہِ وَحَمْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَتَرَاہُ جَمَالَہٗ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ
الْعَظِیْمِ تَعَالٰی عِظَمُہٗ وَالْعِزُّ بِرَحْمَتِکَ يَا اَرْحَمَ الرَّحِیْمِ ہر روز مبارک
بخواند مرد کلی حاصل شود انشاء اللہ تعالیٰ۔ هَيْطَلْهَيْطَطٌ + هَلْهَلْهَلْهَلْ + فَلْنَهَسْرَجْ +

دعا کے حرز مونس :- حضرت شیخ اسحق بن ابراہیم بصری ثوری روایت
کرتے ہیں کہ حضرت عبدالملک بن سلیمان سے

اور آپ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور آپ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ہر روز
نماز کے بعد یہ دعا پڑھے، اس کی تمام دشواری اور دشواری جابجائی پوری ہوگی اگر
غریب ہے تو دولت مند ہو جائے گا، اگر قیدی ہے تو قید سے آزاد ہوگا،
اگر بیمار ہے تو شفا پائے گا، اگر غم زدہ ہے تو خوشی حاصل کرے گا، اگر گمراہ
ہے تو ہدایت پائے گا، اگر سیلاب میں غرق ہے تو نجات پائے گا، اگر
مسافر ہے تو گھر آئے گا، اگر دشمنوں کا خوف ہے تو دشمن ذلیل و خوار ہوں گے
اگر مصیبت میں گرفتار ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور کرے گا، اگر بادشاہ
ہے تو بادشاہی قائم رہے گی، اور اس کے شکر کو شکست نہ ہوگی، اگر جاں ہے

تو عالم ہو گا۔ اگر نہ سنتے جسے تو صابح ہو گا۔ اگر بد بخت ہے تو نیک بخت ہو گا۔
 اگر نامیٹا پڑھے گا تو آنکھیں پائے گا۔ اگر کوئی شخص چالیس شب یہ دعا پڑھے۔
 تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی۔ اگر کوئی شخص جلد بھنی
 کے دن صبح کی نماز کے بعد پڑھے گا۔ تو ایک حج کا ثواب حاصل ہو گا۔ جو شخص یہ دعا
 ایک بار پڑھے گا۔ اس کے نامہ اعمال میں پانچ ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور پانچ ہزار
 گناہ معاف ہو جائیں گے۔ یہ دعا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے دستار حضرت یوسف
 علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے دستار میں تھی۔ اور
 عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر میں تھی۔
 اور امیر المومنین حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے تنوید میں تھی۔ اور حضرت علی
 کرم اللہ وجہہ کے قبضہ میں تھی۔ (یعنی تلوار کے قبضہ میں) اور علماء کا اس پر اعتقاد
 ہے کہ جس شخص کو کوئی نعمت ملی ہے اسی دعا کی بدولت ملی ہے حاجت والی
 کے لئے چاہیئے کہ پہلے غسل کرے۔ اور دو رکعت نماز پڑھے، مقصد پورا ہو گا۔
 اور جو شخص اس دعا میں شک کرے گا۔ نقصان اٹھائے گا۔
 نعوذ باللہ من ذالک۔ دعا کے حرز مونس یہ ہے۔

یا شہید طہیط۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یا مَوْسٰی قِیْ وَحْدَ قِیْ وَ یا صَاحِبِیْ فِی شِدْقِیْ یا عَظِیْمُ
 الْخَطَرِ وَ یا اِلٰهَ الْبَشَرِ یا طَیِّفُ یا اَللّٰهُ وَاذْکُرْنِیْ بِطُغْیٰکَ الْفَقْرِ یا جَابِرُ کُلِّ
 کَلْبٍ یا مَوْسٰی کُلِّ وَجِیدٍ وَ یا صَاحِبِ کُلِّ مَرِیْطٍ وَ یا مُبَشِّرُ کُلِّ کَلْبٍ وَ
 یا مَنْ لَا شَرِکَ لَہٗ وَلَا ذَرِیَّةَ وَ یا خَالِقَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ الْمُبِیِّنِ وَ یا عَظَمَ
 الْمُنَافِ الْمُبِیِّنِ وَ یا مُغْنِی الْبَائِسِ الْفَقْرِ وَ یا جَابِرَ الْعِظَمِ الْکَبِیْرِ وَ یا رَحِمَ الطِّفْلِ
 الْفَتِیْرِ وَ یا قَاضِیَ کُلِّ حَیْرٍ عَفِیْمٍ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ بَاقٍ وَ اَبَدٌ لَا یَبْدُ
 سُبْحَانَ مَنْ لَا یَقْبَلُ اَبَدًا نُّورُهُ سُبْحَانَ مَنْ اَشْرَقَ کُلَّ ظُلْمَةٍ بِضَوْوِہِ نُّورِہِ سُبْحَانَ
 مَنْ یُّدَانِ لِدِیْنِہِ وَلَا یُدَانُ لِغَیْرِہِ سُبْحَانَ مَنْ لَمْ یَقْبَلْہِمْ اَبَدًا سُبْحَانَ
 مَنْ اَوَّلَہُ عِلْمٌ وَ اٰخِرَہُ حِلْمٌ سُبْحَانَ مَنْ اَقَلَّ لَہٗ وَلَا اَکْثَرُ لَہٗ مَنْ لَا یَبْدُ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ

حَکِیْمٌ لَا یَجْعَلُ مِنْهُ هُوَ حَفِیْظٌ لَا یَفْعَلُ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ جَوَّادٌ لَا یَجْعَلُ مِنْهُ هُوَ
 قَائِمٌ لَمْ یَزَلْ مَنْ هُوَ الرَّحْمٰنُ عَلٰی سُبْحَانَ الْجَوْدِ الْکَرِیْمِ سُبْحَانَ الْمَاعِیَةِ الْوَارِثِ
 سُبْحَانَ الرَّوْفِ الرَّحِیْمِ یَا رَبِّ اسْأَلُکَ سُبْحَانَکَ اَنْ یَجْعَلَ لِّیْ مِثْمًا اَنَا وَفِیْهِ
 مَرْجَاً وَخُرْجَاً وَهٰی لِّیْ مِنْ اَمْرِیْ سَرَّ شَدَّ سُبْحَانَکَ یَا سَّاهِدًا غَیْرَ غَائِبٍ
 یَا تَسْمِیًّا غَیْرَ یَعْدِلُ یَا مَعِیَّتُ اَعْبَثْنِیْ یَا عَالَمِ السِّرِّ وَالْخَفِیَّاتِ وَیَا کَاشِفَ
 الصُّورِ وَالبَیِّنَاتِ وَیَا مَرَّ الذَّنْبِ وَالْخَطِیَّاتِ سُبْحَانَکَ اِرْحَمْنِیْ فَاغْفِرْ لِّی
 الذَّنْبِ وَالْخَطِیَّاتِ یَا اَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ
 وَصَلِّیْ اَللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ وَرَسُوْلِهِ
 تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

دُعائے بزرگ :- جو شخص یہ دعا پڑھے گا یا لکھ کر اپنے پاس رکھے گا اس کو
 اتنا ثواب ملتا ہے جیسے ایک ہزار ختم قرآن کا اور ہزار حج کا اور ہزار بھوکوں کو
 کھانا کھلانے کا اور ایک ہزار ننگوں کو کپڑا پہنانے کا اور ایک ہزار پیاسوں کو
 پانی پلانے کا۔ وہ ہر قسم کی بلا اور مصیبت سے ان میں رہتا ہے جو شخص اس
 میں شک کرے گا۔ کافر ہوگا۔ نعوذ باللہ منها۔ دعا یہ ہے :-
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ صفحہ ۲۲۔ عبارت ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا مَنْ هُوَ فِیْ ذُلِّکَ عَالٍ یَا مَنْ هُوَ فِیْ غَرَبِ
 کَمَالٍ یَا مَنْ هُوَ فِیْ سُلْطَانِ قُوًی یَا مَنْ هُوَ فِیْ زَانِہِ قَدِیْمٍ بِطَبْعِ شَرِیْفٍ
 یَا مَنْ هُوَ فِیْ لُجْلُجِ حَسِیْدٍ یَا مَنْ هُوَ فِیْ تَحْدِیْمِ نَمِیْدٍ یَا مَنْ هُوَ فِیْ مُلْکِہِ
 وَزِیْرِہِ وَصَلِّیْ اَللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِہِ وَاصْحَابِہِ اَجْمَعِیْنَ

حاجت براری کی دعا :- کتاب محتاج العابدین میں لکھا ہے کہ نعمت کا شکر :-
 دو کلمات ہیں جو شخص ان کا ورد رکھے گا امید ہے کہ ایمان لے کر اس دنیا سے
 جائے گا۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

سُبْحَانَكَ يَا مُقَدِّرُ تَعَالَيْتَ يَا حَلِيمُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا
عَزِيزُ تَعَالَيْتَ يَا عَفُورُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا مُبْدِي
تَعَالَيْتَ يَا مُعِيدُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا قَادِرُ تَعَالَيْتَ يَا قَاهِرُ
أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا رَافِعُ تَعَالَيْتَ يَا شَكُورُ أَجْرَنِي مِنَ
النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا لَطِيفُ تَعَالَيْتَ يَا جَوَادُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ سُبْحَانَكَ
يَا مَا لَا يَكُ تَعَالَيْتَ يَا قَدِيرُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا قَاطِعُ
تَعَالَيْتَ يَا بَاطِنُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ أَتَى تَعَالَيْتَ يَا أَجْرُ
أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا قَاهِرُ تَعَالَيْتَ يَا رَافِعُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ
سُبْحَانَكَ يَا عَافٍ تَعَالَيْتَ يَا قَادِرُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا بَاطِنُ
يَا قَادِرُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا مُجِيبُ تَعَالَيْتَ يَا مُتِمُّ أَجْرَنِي
مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا حَلِيمُ تَعَالَيْتَ يَا حَمِيدُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ
سُبْحَانَكَ يَا دُرُّدُ تَعَالَيْتَ يَا مُجِيرُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا دُرُّ
تَعَالَيْتَ يَا رَحِيمُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا خَافِئُ أَجْرَنِي
حَافِظُ تَعَالَيْتَ يَا دَكِيقُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا حَلِيمُ تَعَالَيْتَ يَا مُنِ
أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا دَوِي تَعَالَيْتَ يَا عَلِيُّ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا
مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا حَيُّ تَعَالَيْتَ يَا مُتِمُّ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا
قَدِيمُ تَعَالَيْتَ يَا دَالِمُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا فَدَّي تَعَالَيْتَ
يَا دُرُّ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا أَحَدُ تَعَالَيْتَ يَا هَمْدُ أَجْرَنِي
مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا نَزَرُ تَعَالَيْتَ يَا مُجِيرُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ سُبْحَانَكَ
يَا مُتَو تَعَالَيْتَ يَا مُعِينُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا مُرُومُ
تَعَالَيْتَ يَا سَلَامُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا قَوِي تَعَالَيْتَ يَا
مُهَيِّمُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا قَاطِعُ تَعَالَيْتَ يَا خَالِقُ أَجْرَنِي
مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا أَصَمُّ تَعَالَيْتَ يَا صَادِقُ أَجْرَنِي مِنَ النَّاسِ يَا مُجِيرُ

سُبْحَانَكَ يَا شَافِيَ تَعَالَيْتُ يَا كَافِيَ اجْرِني مِنَ النَّارِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا دَانِي
تَعَالَيْتُ يَا مُسَافِيَ اجْرِني مِنَ النَّارِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا هَادِيَ تَعَالَيْتُ يَا
رَشِيدُ اجْرِني مِنَ النَّارِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا

عَالِمُ تَعَالَيْتُ يَا عَلَّامُ اجْرِني مِنَ النَّارِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا حَيُّ تَعَالَيْتُ
يَا قَيُّوْمُ اجْرِني مِنَ النَّارِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا قَابِضُ تَعَالَيْتُ يَا بَاسِطُ
اجْرِني مِنَ النَّارِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا دَائِمُ تَعَالَيْتُ يَا قَادِمُ اجْرِني مِنَ

النَّارِ يَا مُجِيرُ سُبْحَانَكَ يَا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ تَعَالَيْتُ يَا ذُو الْحِجَالِ وَالْأَكْلَامِ
اجْرِني مِنَ النَّارِ يَا مُجِيرُ صَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَاجْتَنِبْ رَأْيَ أَهْلِ الْبَطَلِ وَالظَّالِمِينَ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا مَوْجِبًا
أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ - ٥ -

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اسْتَغْفِرُكَ يَا مُنَاكِ يَا مَنْ جَعَلَ الْأَرْضَ مَهَادًا
يَا مَنْ جَعَلَ الْجِبَالَ أَدْنَى يَا مَنْ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا يَا مَنْ جَعَلَ الْقَدْرَ قَدْرًا
يَا مَنْ جَعَلَ اللَّيْلَ لَبَاسًا يَا مَنْ جَعَلَ النَّهَارَ مَعَاشًا يَا مَنْ جَعَلَ الزَّمَانَ
مُبَانًا يَا مَنْ جَعَلَ الْأَشْيَاءَ أَرْوَاحًا يَا مَنْ جَعَلَ النَّارَ مِرْصَادًا سُبْحَانَكَ
يَا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ يَا ذُو الْحِجَالِ وَالْأَكْلَامِ
الْأَمَانَ الْأَمَانَ الْأَمَانَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ -

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

ایات بطور مناجات تشریف سالانہ عالیہ اویسیہ

ربنا اغفرنا جناب کبریٰ کے واسطے	عافا ذات محمد مصطفیٰ کے واسطے
بخش عصیم طفیل حضرت خواجہ اویسیؒ	نفس رحمان قطب حجازؒ و زانمیا کے واسطے
کرہیت ہمارا مجھ کو صراط المستقیم	شیخ عبدالقادر الہیؒ کے واسطے
دین محکم کر طفیل پیر حکم الدین شہنشاہ	حاجی الحرمین بقداقیار کے واسطے
تاجدار شیخ محکم دین خواجہ احمدؒ	راز دان لیا مع لاشدیشوا کے واسطے
واقف اسرار لاسوتی کمین لاسکان	یا محمد بخش محبوب خدا کے واسطے
مصدر و فیض ہدایت معدن لطف بکرم	شیخ احمد یار سیرانیؒ کے واسطے
صاحب سار سیرانی بنی بخش امین	شیخ خانوس ہدایت پریضا کے واسطے
مادی گم گشتگاں پیر جہاں خضر زماں	واں محمد عارف حق راہما کے واسطے
خازن گنجینہ اسرار و کان معرفت	نور احمد فخر دین علا الدہی کے واسطے
حضرت سلطان بالادین اہل حد و قدر	پیشوائے احمد کے واسطے
مرشد قبلہ شہاب الدین محبوب رسول	ردق مسند اویسی عذاو کے واسطے
ما فتنا قرآن غلام حضرت خواجہ اویسیؒ	گوہر کان کرامت پیر حیا کے واسطے
حضرت صالح محمد عاکب باب الہ	ابن بانغا اویسی خشتوار کے واسطے

عین جان الدین مسز کن ہوز مرقت
 شہ سوار عرصہ عرفان خواجہ اویس بخش
 خاک راہ دو مندداں پرنیہ کے واسطے
 ثانی تصویر سیرانی محمد ماہ بدر
 عارف ذات خدا بدر الدجی کے واسطے
 اختر برج ہدی شمس بھٹے کے واسطے
 دستگیر عاجزاں خواجہ کرم دین والکرم
 معدن لطف و عطا کان سخی کے واسطے

اللہم افتح لنا بالخیر و ختم لے بخیر

عاقبت بالخیر کن خیر الوری کیواسطے

مناجات بہ ترتیب سلسلہ عالیہ اویسیہ مؤلفہ عبدالمکین علی الدین اویسی

اللہم انت العافر	انی عبدک غیب قاصر	ارحمنی یا خیر الناصر	مالک لوم الدین مددی
اے ہر دو عالم سیدنا	یا میر محمد مولانا	اے ساقی انا آمینا	یا نذیل یسین مددی
یا حضرت شیخ الرقن	یا نفس الرحمان قبلین	وے قطب جہاں خورشید چین	یا طائر عرش بریں مددی
حضرت عبدالحق کامل	واجہ باجد عالم فاضل	صوفی صافی مومل واصل	محب رسول امین مددی
قطب العالم پیرانی	نور نقیض ابرنیانی	واقف راز رموز قرآنی	خواجہ حکم الدین مددی
زینت مندریب مصلیٰ	ماہ منور مہربانی	خطیب شانے مح اللہ	حضرت احمد دین مددی
سلطان محمد بخش دل	مقبول خدا مشکوفا	آں مطلع نور الازجلی	یا کاشف سرسبز مددی
خواجہ احمد یازاد اویسی	سر صاحب دسار اویسی	منظر نقیض اسرار اویسی	غزون جہد بریں مددی
محبوب محبوب رسال امین	بر مسند خواجہ حکم الدین	جناب نبی بخش است مکیں	یا مالک ملک یقین مددی
سر نشان سروریت	روشن شمع غیر ولایت	کان کرم اکیس مداسیت	حضرت بلا دیون مددی
سر سرائی نابل مفسر جان	مست الست لغا امانی	یاتی باللہ از خود فانی	سر شہاب الدین مددی
چرخ غرض مدد دین مددی	تراں ساقی حکام اویس مددی	بہم منظر نام اویس مددی	یا مطلع نور نقیض مددی

نور سہیل امین مددی	شمس شریعت صالح پیر	نجم الثاقب بدر مینر	نور نور ابہ انجمیر
داصل مین یقین مددی	محرم کل اسرار بہانی	نور ہدایت در معانی	خواجہ اویس سیرانی
محکم جبل مبتدی مددی	عارف مالک الادبی	روشن دل آگاہ اویسی	سلطان محمد ماد اویسی
یا خواجہ کرم الدین مددی	دی عین عنایت بحر کرم	یا جان کرامت ابر نعم	اے منظر بچوں نور قدیم
یا خواجہ محکم الدین مددی	بر عاجز عین الدین نظر	وے طور تجلّٰ نور شمس بحر	اے صاحب فیض بیدار
یا شیخ میٹونج الدین مددی	نن غریب گدا میترام	پرواز شمع صفا میترام	مشتاق جبل لغات میترام

تعارف

مدرسۃ المدینہ و فیضان مدینہ

مانحہ سیرانی مسجد و بانی پاس روڈ خانقاہ شریف بہاولپور

بجہ تعالیٰ تبلیغ و سنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی کے زیر اہتمام خانقاہ شریف میں مدرسۃ المدینہ کے نام سے چار دینی ادارہ سینکڑوں طلباء و طالبات کو قرآن مجید کی تعلیم (حفظ و ناظرہ مع تجوید و قرات) اور اخلاقی تربیت دینے میں مصروف ہے۔ جبکہ دعوت اسلامی کے زیر اہتمام بانی پاس روڈ خانقاہ شریف پر 6 کنال رقبہ پر مشتمل فیضان مدینہ کی تعمیر کا سلسلہ جاری ہو چکا ہے اور فیضان مدینہ، جامع مسجد، مدرسہ، جامعہ، کمپیوٹر لیبارٹری وغیرہ کی تعمیر پر تقریباً ایک کروڑ روپے کے لگ بھگ اخراجات کا تخمینہ ہے۔ تمام غلامان سیرانی علیہ الرحمۃ کو مدنی التجا ہے کہ وہ سیرانی مگر میں جلنے والے اس روشن چراغ کو ہمیشہ منور کے لیے داسے، درے، سخی، قدمے تعاون کرنے کے لئے دعوت اسلامی کے ذمہ داران سے رابطہ فرمائیں۔ جزاک اللہ خیر

الداعی: مجلس مدرسۃ المدینہ سیرانی مسجد و فیضان مدینہ بانی پاس روڈ خانقاہ شریف (بہاولپور)

مکتبہ سیرانی عطاریہ میلادچوک سہ سہ خانقاہ شریف (بہاولپور)

ہمارے ہاں قرآن مجید، پارے، ترجمہ کنز الایمان، کتب احادیث علماء اہل سنت کی تصانیف، لیضان سنت، علماء اہل سنت اور قبلہ امیر اہل سنت حضرت مولانا محمد الیاس عطاری قادری دامت برکاتہم کے اصلاحی رسائل اور اصلاحی بیانات کی کیشیں، نعتیہ کیسٹ، عطریات، تسبیحات، شکر گز، خوبصورت فریم اور سکول کی کتابیں وغیرہ بارعانت دستیاب ہیں۔

Ph: 062-2870019

Mob: 0302-7766432

Mob: 0301-7722572

فدا حسین عطاری

قاری حافظ محمد ریاض حسین عطاری

الداعی